دسمبر ۱۹۹۹ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ہمارا اصل مرض : زوالِ اخلاق

ڈاکٹر اسرار احمد

يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ

(اے لوگو، تم پر ایک عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہو چکا ہے)

روزہ اور قرآن

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کرینگے (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اُس بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)

41116138

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

لائبریری
قرآن اکیڈمی سرایت

ماہنامہ

میثاق

جلد : ۴۸
شمارہ : ۱۲
رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ
دسمبر ۱۹۹۹ء
فی شمارہ ۱۰/-
سالانہ زرِ تعاون ۱۰۰/-

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت : 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون : 03-02-5869501
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون : 6305110
پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چوہدری مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال ______ ۳
حافظ عاکف سعید

☆ ظروف و احوال ______ ۵
ملکی و ملی مسائل پر امیر تنظیم اسلامی کا اظہارِ رائے

☆ تذکرہ و تبصرہ ______ ۷
ہمارا اصل مرض : زوالِ اخلاق — ڈاکٹر اسرار احمد

☆ منہاج المسلم (۲) ______ ۲۱
اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان — علامہ ابوبکر الجزائری

☆ دعوت فکر ______ ۳۱
دشمنانِ اسلام کی آخری یلغار اور اس کا مقابلہ
محمد رشید عمر

☆ خطوط و نکات ______ ۴۰
قاضی عبدالدائم دائم

☆ کتاب نامہ ______ ۴۱
"شکنجۂ یہود" — کموڈور (ر) طارق مجید

☆ ہماری دعوت ______ ۴۶
تنظیم اسلامی کی دعوت اور اس کا طریق کار — محمد سمیع

☆ فکر عجم (۲۳) ______ ۵۱
ایران میں افکارِ اقبال کا اثر — ڈاکٹر ابو معاذ

☆ نگاہ واپسیں ______ ۷۱
اشاریہ "میثاق" (جلد ۴۷، ۴۸) — انور کمال سیو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

موجودہ حکومت نے جس کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف ہیں، ۱۷/اکتوبر کو حسب اعلان ملک و قوم کی دولت کو اپنے باپ کی میراث سمجھ کر بے رحمانہ انداز میں لوٹنے والے چند بڑے نادہندگان (جن کو عرف عام میں مگرمچھ کہا جاتا ہے) پر آہنی ہاتھ ڈال کر اس معاملے میں اپنے سنجیدہ ہونے اور کچھ کر گزرنے کی صلاحیت کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ بلاشبہ یہ پاکستان کے عوام کی دیرینہ ناآسودہ خواہش کی تکمیل کا آغاز ہے اور یقیناً نہایت خوش آئند ہے۔ سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بھی احتساب کا نعرہ نہایت بلند آہنگ کے ساتھ لگایا تھا اور اس کے لئے ایک باقاعدہ کمیشن ہی قائم نہیں کیا بلکہ قوم کے کروڑوں روپے بھی لٹائے تھے، لیکن اپنے انتہائی جانبدارانہ طرزِ عمل کے باعث وہ "احتساب" کے لفظ کو بدنام کرنے کے سوا اور کوئی "کارنامہ" سرانجام نہ دے سکے۔ موجودہ حکومت کا اقدام اس لحاظ سے قابلِ تحسین ہے کہ پکڑ دھکڑ کے پہلے مرحلے میں ملک کی دونوں بڑی سیاسی پارٹیوں سے وابستہ بعض نادہندہ لیڈروں کو گرفتار کرنے کے ساتھ ساتھ بعض نامور سرمایہ داروں اور ریٹائرڈ فوجی افسروں پر بھی یکساں انداز میں ہاتھ ڈال کر نہ صرف یہ کہ اس نے احتساب کے عمل میں جانبداری کے تاثر کو زائل کیا ہے بلکہ "احتساب" کے لفظ کی آبرو کو بھی کسی قدر بحال کرنے میں اسے قابلِ لحاظ کامیابی حاصل ہوئی ہے ـــــ تاہم یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہو گا کہ حکومت اس داخلی محاذ پر کامیابی کے ساتھ پیش قدمی جاری رکھ سکے گی یا اسے پسپائی اختیار کرتے ہی بنے گی۔ ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

ملک کو درپیش معاشی بحران پر قابو پانا اور آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے دباؤ کے مقابل کوئی مناسب حکمت عملی اختیار کرنا موجودہ حکومت کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہو گا۔ چیف ایگزیکٹو اور موجودہ حکومت کے کارپردازوں کے بیانات کے ذریعے جو تاثر اب تک سامنے آیا ہے وہ قطعاً خوش آئند نہیں ہے۔ حکومت اس معاملے میں بظاہر "باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی" کی پالیسی پر عمل پیرا ہے لیکن یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ "صیاد" کو راضی کرنے کی پالیسی ہمارے معاشی بحران کو حل کرنے میں نہ پہلے کامیاب ہوئی ہے اور نہ آئندہ اس کا کوئی امکان موجود ہے۔ لیکن افسوس کہ حکومت نے اس بات کا واضح عندیہ دیا ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو خوش رکھنے کی سابقہ پالیسی برقرار رہے گی اور ہم ڈیفالٹ ہونے سے بچنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی یہ رائے بالکل صائب ہے کہ اگر ہمارا ہدف یہی رہا تو ملک کو معاشی بحران سے نکالنے کے دعوے کو خوش خیالی اور ایک خوشنما آرزو ہی قرار دیا جا سکتا

ہے اور اس طرح ہم معاشی بحران کے اس گرداب سے کبھی نکل نہ پائیں گے جس نے ہمیں معاشی طور پر مفلوج اور دیوالیہ کر رکھا ہے۔ (امیر تنظیم کی اس رائے کی تفصیل ان کے خطاب جمعہ کے پریس ریلیز میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو زیر نظر شمارہ میں شامل ہے)

جہاں تک موجودہ حکومت سے فروغِ دین اور قیامِ نظامِ اسلامی کی توقعات وابستہ کرنے کا تعلق ہے تو ہماری دانست میں یہ توقع سراسر بلاجواز ہے۔ اس لئے کہ نہ تو جنرل پرویز مشرف نے اسلام کا نعرہ لگا کر نواز شریف کو معزول کیا اور ملک کی زمام کار سنبھالی ہے اور نہ ہی قوم نے بحیثیت مجموعی اپنا قبلہ درست کرکے اسلام کو اپنی ترجیح اول قرار دیا ہے' للذا موجودہ حکومت سے اس حوالے سے کوئی توقع وابستہ کرنا محض خوش فہمی اور خوش گمانی ہی قرار پائے گا ـــــ تاہم کسی خوش فہمی کا شکار ہوئے بغیر محض کسی درجے میں "حقِ نصیحت" ادا کرنے کی خاطر ہم حکومت وقت کو اس جانب متوجہ کرتے رہیں گے کہ پاکستان کی بقاو استحکام کا راز صرف اور صرف اسلامی نظام کے قیام میں مضمر ہے' کوئی دوسری وقتی تدبیر ہمارے مسائل کا حل اور عوام کے دکھوں کا مداوا نہیں بن سکتی۔ ہمارا یہ پختہ موقف ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا واحد راستہ اس انقلابی جدوجہد کے ریگزار سے ہو کر گزرتا ہے جس کی رہنمائی ہمیں سیرت رسول ﷺ اور منہج نبویؐ سے ملتی ہے۔ اس معاملے میں کسی راہ قصر (SHORT-CUT) کی تلاش میں منزل سے قریب تر کرنے کی بجائے اندیشہ ہے کہ "یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد" کے مصداق منزل سے دور کرنے کا موجب نہ بن جائے!!

☆ ☆ ☆

تنظیم اسلامی کی مشاورت کا توسیعی اجلاس بحمد اللہ حسب اعلان ۲۱ تا ۲۳ نومبر قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہوا جس میں ارکان شوریٰ کے علاوہ ان ملتزم رفقاء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی جو تنظیم اسلامی کے ۲۵ برس مکمل ہونے پر اس کی اساسات' حکمت عملی' طریق کار یا اہداف کے حوالے سے ناقدانہ انداز میں اظہار خیال کرنے کے خواہش مند ہوں۔ ارکان شوریٰ کے علاوہ ملک بھر سے ساٹھ سے زائد رفقاء اس میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور اہم تنظیمی امور پر نہایت کھلے ماحول میں گفتگو ہوئی۔ امیر تنظیم اسلامی نے اپنے اختتامی خطاب میں اہم امور کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ تنظیم کے پس منظر' اس کی اسات اور اس کے لائحہ عمل پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس اجلاس کی تفصیلی رپورٹ اگر اللہ نے چاہا تو ندائے خلافت میں شائع کر دی جائے گی۔OO

ظروف واحوال

"شریعت اسلامی کے نفاذ کے بغیر اسلامی ریاست کا کوئی تصور نہیں ہے"

"جاگیرداری نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے"

مسجد دارالسلام باغ جناح میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 5 نومبر کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

۵ نومبر= ہمیں اپنے مسلمان قوم ہونے کا ثبوت اپنے عمل سے فراہم کرنا ہو گا۔ چیف ایگزیکٹو پاکستان جنرل پرویز مشرف کی یہ بات بالکل بے تکی اور ناقابل فہم ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور ہمیں اس کے لئے کسی کو ثبوت دینے کی ضرورت نہیں۔ ملک کے اتنے اہم منصب پر فائز عہدیدار کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن حکیم کی رو سے شریعت اسلامی کے نفاذ کے بغیر اسلامی ریاست کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تاہم جنرل مشرف نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں جو دوسری باتیں کی ہیں وہ قابل ستائش ہیں' اور اگر وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو گئے تو ملک و ملت کے لئے بہت بہتر ہو گا۔ بالخصوص انہیں کڑا' منصفانہ اور شفاف احتساب ضرور کرنا چاہئے۔ اسی طرح انتخابات کے نظام کی اصلاح کرنے کا عزم بھی قابل تحسین ہے۔ جہاں تک آئینی ڈھانچے میں تبدیلی کا تعلق ہے' اس بارے میں درست طرز عمل یہ ہو گا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کو کلیتاً تبدیل نہ کیا جائے بلکہ کچھ ترامیم کے ذریعے اس کے سقم دور کر دیئے جائیں۔ اپنی پریس کانفرنس میں پرویز مشرف صاحب نے جاگیرداری کے خاتمے کی بات ذرا دھیمے انداز میں کی ہے اور کہا ہے کہ وہ اس سلسلے میں "لینڈ ریفارمز" متعارف کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ جاگیرداری کے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے تاکہ ملک کی گاڑی جو ۵۲ برس سے آگے نہیں بڑھ سکی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو سکے۔

یہ بات بھی تشویش ناک ہے کہ موجودہ حکومت کا بھی آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے چنگل سے نکلنے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا' جس کا مظہر جنرل سیلز ٹیکس کا نفاذ اور پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کا فیصلہ ہے۔ اس فیصلے کا اثر براہ راست عوام پر پڑے گا۔ محسوس ایسا ہوتا ہے آئی۔ ایم۔ ایف نے' جو دراصل صیہونی ورلڈ آرڈر کے قیام کا ایک اہم آرگن ہے' اپنے کچھ مقاصد بے نظیر دور میں حاصل کئے اور جب ملک کے عوام ان سے متنفر ہو گئے تو پھر نواز شریف کے ذریعے عوام کے گرد گھیرا تنگ کیا گیا اور مہنگائی میں مسلسل اضافے کے ذریعے ان کا جینا دوبھر کر دیا گیا۔

نواز شریف کی مقبولیت کم ہونے کے بعد گویا اب رہی سہی کسر پرویز مشرف سے پوری کروائی جارہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے چنگل سے نکلے بغیر ملک کو حقیقی خوشحالی سے ہمکنار نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ماضی میں حاصل کئے گئے قرضوں کی ادائیگی کے لئے Debt Equity Swap کا طریقہ اختیار کیا جائے' جیسا کہ جنوبی امریکہ کے ممالک نے عالمی مالیاتی اداروں کے ساتھ کیا۔ یا پھر سیدھے سیدھے ہاتھ اٹھادیئے جائیں کہ ہم پہلے ہی قرضوں سے زیادہ رقم سود کی شکل میں ادا کرچکے ہیں' اب مزید قرضے نہ لیں گے نہ واپس کریں گے۔ اگرچہ اس کا نتیجہ پابندیوں کی صورت میں نکلے گا لیکن پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہے' لہٰذا جلد ہی اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں جاگیردارانہ نظام ختم کرکے اگر یہاں کی زمینوں کو خراجی قرار دے دیا جائے اور کاشت کاروں سے براہ راست خراج وصول کیا جائے تو پاکستان اس خطے میں خوشحال ترین ریاست بن جائے گا۔

پرویز مشرف صاحب نے افغانستان کے معاملے میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ ناقابل فہم ہے اور ایک درجے میں وہ امریکہ کے مقاصد پورا کرنے کے مترادف ہے۔ حالانکہ پاکستان پہلے ہی طالبان حکومت کو تسلیم کرچکا ہے۔ لہٰذا وقت کا تقاضا اور پاکستان کے مفاد میں بھی یہی ہے کہ ہمیں طالبان کے ساتھ مکمل یکجہتی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

چیچنیا پر روسی جارحیت کے حوالے سے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ روس ایک مسلم ریاست کا بھرکس نکال رہا ہے لیکن نہ صرف عالمی برادری بلکہ عالم اسلام بھی خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی بے حسی سے تنگ آکر چیچنیا کے صدر ارسلان مسخادوف نے "پوپ" سے اپیل کی ہے کہ وہ انہیں اس روسی عذاب سے نجات دلائے۔ یہ امت مسلمہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ کسی بھی مسلمان ملک نے چیچنیا پر ہونے والی زیادتی کے خلاف آواز تک اٹھانا گوارا نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ دراصل کم ہمتی اور مسکنت کا عذاب ہے جو اللہ کے دین کو قائم نہ کرنے کے جرم کی پاداش میں ہم پر تھوپ دیا گیا ہے۔

ہمارا اصل مرض : زوالِ اخلاق!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

پاکستان کی باون سالہ تاریخ کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے چار دَورانئے تو ٹھیک گیارہ گیارہ سال کے تھے' دو بالکل آغاز میں' جنہیں اب ماضی بعید قرار دیا جاسکتا ہے' اور دو آخری ۲۲ سالوں پر محیط جنہیں ماضی قریب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے' اور ان کے مابین ایک آٹھ سالہ دَور گزرا جو ذرا منفرد نوعیت کا تھا۔

پہلے گیارہ سال کے عرصے کے دَوران' یعنی ۴۷ سے ۵۸ء تک' ہم نے اس پارلیمانی جمہوریت کا بیڑا غرق کیا جو ہمیں انگریز سے وراثت میں ملی تھی' چنانچہ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ تو آزادی کے فوراً بعد دیکھتے ہی دیکھتے تحلیل ہو گئی' اس لئے کہ وہ حقیقتاً ایک "جماعت" کبھی تھی ہی نہیں' بلکہ اس کی اصل حیثیت ایک "تحریک" کی تھی۔ مسلم لیگ کے تحلیل ہو جانے اور بالخصوص اس کی جو قیادت ہندوستان سے امپورٹ ہوئی تھی اس کے پس منظر میں چلے جانے کے بعد دھرتی کے سپوتوں پر مشتمل جو جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں کی قیادت ابھری اس نے اور بیوروکریسی نے مل کر وہ دھاچوکڑی مچائی کہ الامان والحفیظ! ـــــ چنانچہ سیاسی جماعتیں راتوں رات بنیں اور حکومت پر بھی براجمان ہو گئیں اور حکومتیں بننے اور ٹوٹنے کے عمل نے تیز رفتاری اختیار کی ـــــ اور پنڈت نہرو کو یہ طنز کرنے کا موقع ملا کہ "میں پاکستان کے کس وزیر اعظم سے بات کروں؟ یہاں میں کپڑے اتنے نہیں بدلتا جتنی وہاں حکومتیں بدل جاتی ہیں"۔ بہرحال اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ افواجِ پاکستان کو جواز حاصل ہو گیا کہ سول حکومت کا تختہ الٹ دیں اور مارشل لاء نافذ کر دیں۔ (اگرچہ ایک کام بالکل بلاجواز' اور غالباً امریکی صیہونیت کے زیر اثر کیا گیا' یعنی نہ صرف یہ کہ نو دس سال کی محنت سے تیار ہونے والے دستور کی بساط لپیٹ دی گئی بلکہ دستوریہ کا بستر بھی گول کر دیا گیا!)

ٹھیک ان ہی ابتدائی گیارہ سالوں کا ایکشن ری پلے ہے جو حالیہ گیارہ سالوں کے

دَوران ہوا- ان گیارہ سالوں میں (۸۸ء تا۹۹ء) چار بار الیکشن ہوئے' دو مرتبہ پیپلزپارٹی کو موقع ملا اور دو ہی مرتبہ ایک نوزائیدہ مسلم لیگ کی حکومت بنی —— لیکن ان گیارہ سالوں کے دَوران مسلسل لوٹ مار کا بازار گرم رہا- اور ہم نے "ترقی" کرکے دنیا کی کرپٹ ترین ریاست ہونے کا اعزاز حاصل کرلیا- ملک اقتصادی طور پر دیوالیہ ہوگیا- مہنگائی اتنی بڑھی کہ غربت و افلاس کی بنا پر خودکشی کی خبریں روزانہ کا معمول بن گئیں- سارے ریاستی ادارے تباہ و برباد ہوگئے —— تا آنکہ جب آخری ریاستی ادارے یعنی فوج پر بھی حملہ ہوا تو فوج نے جوابی کارروائی کی —— اور ہیوی مینڈیٹ والی حکومت کو ختم کرکے ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا- (لیکن بہت غنیمت ہے کہ دستور کو صرف معطل کیا ہے' منسوخ نہیں!)

گویا ہماری تاریخ کے پہلے اور آخری اَدوار میں بڑی گہری مشابہت ہے اور ان دونوں کے دَوران ہم نے ثابت کردیا کہ ہم جمہوریت کے اہل نہیں ہیں! اور بالخصوص پارلیمانی جمہوریت تو ہمارے بس کا روگ ہے ہی نہیں!

بعینہٖ یہی معاملہ ہماری تاریخ کے دوسرے' اور چوتھے گیارہ گیارہ سال کے دَورانیوں یعنی ۵۸ء تا ۶۹ء اور ۷۷ء تا ۸۸ء کا ہے کہ ان میں بھی نہایت گہری مشابہت ہے- ان دونوں اَدوار میں پہلے مارشل لاء نافذ ہوا —— جس نے کچھ عرصے کے بعد صدارتی نظام کی نقاب چہرے پر ڈال دی- اگرچہ اصل اختیار ایک جرنیل ہی کے ہاتھ میں رہا! فیلڈ مارشل ایوب خان نے یہ کام ذرا جلدی بھی کرلیا تھا —— اور کسی قدر قاعدے اور سلیقے سے بھی کیا تھا- یعنی پہلے بنیادی جمہوریتوں کا نظام قائم کیا —— اور پھر ایک بالواسطہ انتخاب کے ذریعے صدارت کا منصب سنبھالا —— جبکہ جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء بھی زیادہ دیر تک قائم رکھا اور پھر صدارت بھی سنبھالی تو انسانی تاریخ کے بوگس ترین اور مضحکہ خیز ترین "ریفرنڈم" کے ذریعے —— بہرحال گیارہ گیارہ سال کے ان دو ادوار نے یہ ثابت کردیا کہ فوجی حکومت بھی پاکستان کے مسائل کا کوئی حل نہیں ہے- بلکہ یہ اندیشہ حقیقی اور واقعی ہے کہ اگر فوج زیادہ دیر تک ملکی نظم و نسق سنبھالے رکھے گی تو کرپشن کا مرض اس میں بھی سرایت کرجائے گا اور ملک کے دفاع اور بقا کا ضامن یہ اہم ترین ادارہ بھی اندر سے کھوکھلا ہوجائے گا —— مزید برآں' ؎ "اس

عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی!" کے مصداق ان دو اَدوار نے صدارتی نظام کو بھی بدنام کرکے رکھ دیا ـــــ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ پارلیمانی جمہوریت تو یہاں ۷۳ء میں بھی حقیقی اور واقعی طور پر آ گئی تھی ـــــ اور اب حالیہ گیارہ سالوں کے دوران بھی نافذ رہی ہے' لیکن حقیقی صدارتی نظام کا یہاں اب تک کوئی تجربہ ہوا ہی نہیں ہے!

ابتدائی بائیس اور آخری بائیس سالوں کے درمیان ایک آٹھ سالہ دَور' جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے' منفرد نوعیت کا تھا۔ اس میں پہلے جنرل یحییٰ خان کا مختصر مارشل لاء نافذ رہا۔ جس کے دَوران پاکستان کے قومی سطح پر پہلے اور واقعتاً عوامی انتخابات منعقد ہوئے' جو اِس درجہ منحوس ثابت ہوئے کہ ان کے نتیجے میں ملک بھی دولخت ہو گیا اور پاکستان کی معنوی حیثیت (بالخصوص اس کے پیدائشی دشمن بھارت کے مقابلہ میں) پہلے کی نسبت سے صرف نصف نہیں' بلکہ دسواں حصہ رہ گئی۔ چنانچہ بھارت کے ہاتھوں جو ذلت آمیز شکست ہوئی اس سے پیدا شدہ خفت کی بنا پر فوج نے ایک سویلین ذوالفقار علی بھٹو کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا کر خود پس منظر میں چلے جانے ہی میں عافیت سمجھی۔ بہرحال بھٹو صاحب نے ۷۳ء میں دستور بنوا کر جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا اور اس کے ضمن میں جس رواداری' تحمل' بردباری' اور لچک کا مظاہرہ کیا تھا' افسوس کہ کاروبارِ سلطنت کے چلانے میں اس کے بالکل برعکس جس ناتجربہ کاری' ناعاقبت اندیشی' آمرانہ اور عاجلانہ اقدامات کا رویہ اختیار کیا اس سے اوّلاً صنعت و تجارت کا بیڑا غرق ہوا' ـــــ اور پھر پارلیمانی جمہوریت کا بھی جنازہ نکل گیا ـــــ اور جنرل ضیاء الحق نے "نظام مصطفیٰ تحریک" کو ہائی جیک کرکے پاکستان کی تاریخ کے طویل ترین مارشل لاء کی بنیاد رکھ دی!

الغرض ہم نے اپنی تاریخ کے باون سالوں کے دَوران قومی سطح پر اپنی ایک ہی کامیابی اور کامرانی کا مظاہرہ کیا ہے ـــــ اور وہ یہ کہ ہم ہر نظام کو ناکام کرکے دکھا سکتے ہیں ـــــ

نتیجہ یہ کہ ہمارے قومی اور ملکی وجود کی کشتی ہمیشہ ڈانواڈول رہی ہے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اس قسم کے تبصرے سننے پڑے ہیں کہ "اِس وقت پاکستان اپنی تاریخ کے مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے" ـــــ چنانچہ لگ بھگ بیس سال قبل پروفیسر زائرنگ نے' جو کچھ عرصہ ایڈمسٹریٹو سٹاف کالج لاہور میں پولٹیکل سائنس پڑھاتے رہے

تھے' امریکہ واپس جاکر یہ فرمایا تھا کہ : "پاکستان تاحال اپنے لئے کسی تشخص کی تلاش میں ہے"۔ ("Pakistan is still in search of an identity") پھر لگ بھگ سات سال قبل نیویارک کے .VANTAGE PRESS INC نے ایک کتاب شائع کی : "TWIN ERA OF PAKISTAN" جس کا مصنف نہ کوئی اسرائیلی یہودی تھا' نہ بھارتی ہندو' بلکہ مشرقی پاکستان میں پیدا ہونے والا سید زادہ (ابو المعالی) تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں "پاکستان ۲۰۰۶ء میں" کے عنوان سے پاکستان کا جو نقشہ شائع کیا اس میں تین آزاد ریاستیں تو بحیرۂ عرب کے ساحل پر دکھائی گئی ہیں' ایک سندھو دیش' دوسرے لیاقت آباد' اور تیسری ریپبلک آف بلوچستان (جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اس علاقے کی خوشحال ترین ریاست ہو گی۔) اور دوسری جانب پاکستان کے سر پر مسلط "فری ریپبلک آف کشمیر" دکھائی گئی ہے جو بھارتی اور پاکستانی دونوں کشمیروں پر مستزاد بلتستان اور گلگت سب پر مشتمل ہو گی' اور بقیہ پاکستان کو شمالی' سنٹرل' مغربی اور جنوبی حصوں میں منقسم دکھایا گیا ہے!

اور اب حالیہ فوجی انقلاب پر جو فقرہ اپنے سرورق پر ہفت روزہ "ٹائم" نے شائع کیا ہے وہ تو ع "کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا!" کے موضوع پر نہایت ہی چشم کشا ہے' یعنی : "CAN PAKISTAN BE SAVED?" ـــــ گویا جو بات اب سے ساٹھ ستر سال قبل علامہ اقبال نے لیگ آف نیشنز کے بارے میں کہی تھی کہ ؎

بے چاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے
ڈر ہے خبر بد نہ مرے مُنہ سے نکل جائے
تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن
پیرانِ کلیسا کی دعا ہے کہ یہ ٹل جائے!

وہی اس وقت "ٹائم" نے پاکستان کے بارے میں کہہ دی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ آج جملہ پیرانِ کلیسا اور تمام "بزرگواران صیہون" کی تمنا تو بر عکس ہے' لیکن دنیا کا ہر باشعور مسلمان پاکستان کی سلامتی اور استحکام کیلئے دعاگو ہے!

اس صورتحال میں شدید ضرورت ہے کہ ہم پوری باریک بینی کے ساتھ جائزہ لے کر اپنے اصل مرض کی تشخیص کریں اور یہ طے کریں کہ اس وقت جن گوناگوں بحرانوں

کے گرداب میں ملک و قوم کی کشتی پھنسی ہوئی ہے ان میں سے کس کی حیثیت اصل مرض کی ہے اور کن کن کو علاماتِ مرض میں شمار کیا جا سکتا ہے ـــــ تاکہ توجہ اصل بیماری کے علاج پر مرکوز ہو سکے۔

اس وقت بظاہر تو ہمارا سب سے بڑا اور خوفناک ترین بحران اقتصادی اور مالیاتی ہے' جس کے باعث ہم نئے عالمی مالیاتی استعمار کے چنگل میں بُری طرح پھنس گئے ہیں اور فی الواقع ہماری آزادی اور خود مختاری سلب ہو چکی ہے۔ چنانچہ ہماری کل قومی پیداوار کا بڑا حصّہ سود اور قسطوں کی ادائیگی کی نذر ہو جاتا ہے' اور ہمیں اپنے روز مرہ کے اخراجات کے لئے مزید قرض لینا پڑتا ہے۔ اور ہر صاحب بصیرت شخص کو نظر آرہا ہے کہ یہ شیطانی چکر جس کا گھیرا ہمارے گرد روز بروز تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا جا رہا ہے' ہمیں ایک نہایت خوفناک انجام کی جانب لئے جا رہا ہے۔

لیکن بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ مالیاتی بحران بھی دراصل ایک علامت کی حیثیت رکھتا ہے' جبکہ ہمارا اصل مرض یہ ہے کہ بحیثیت قوم ہمارے اخلاق کا دیوالہ نکل چکا ہے۔ چنانچہ جھوٹ' فریب' مکاری' دغابازی' وعدہ خلافی' بد دیانتی' خیانت اور غبن ہمارے "معمولات" میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور ع "حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے!" کے مصداق ہماری قومی زندگی سے صداقت' ایفاءِ عہد' دیانت اور امانت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ اور جیسے آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ خواہ کوئی شخص براہ راست سودی لین دین میں ملوث نہ بھی ہو' سود کا غبار یا دھواں اس کے اندر لازماً جائے گا' اس لئے کہ پوری فضا سود سے آلودہ ہو گی' اسی طرح آج ہمارے ملک کی پوری فضا جھوٹ' دھوکے' رشوت' خیانت اور غبن سے بری طرح آلودہ ہو چکی ہے ـــــ چنانچہ لگ بھگ پندرہ سال قبل کی بات ہے کہ امریکہ میں بعض پاکستانی احباب نے اپنا یہ تاثر بیان کیا تھا کہ ہم لوگ جب تک امریکہ میں ہوتے ہیں ہمیں کبھی جھوٹ بولنے یا غلط بیانی سے کام لینے کا خیال تک نہیں آتا۔ لیکن جب ہم پاکستان جاتے ہیں تو جیسے ہی ہمارا جہاز پاکستان کی فضائی حدود میں داخل ہوتا ہے ہمارے ذہن میں کسٹم کے عملے سے نپٹنے کے لئے جھوٹ' اخفاء' اور غلط بیانی سے بھی آگے بڑھ کر رشوت دینے کی سکیمیں بننی شروع ہو جاتی ہیں۔ تقریباً اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ عبد اللہ مصطفیٰ نامی ایک نوجوان امریکی

یہودی جو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد عالم اسلام کے مطالعاتی دَورے پر نکلا تھا' ترکی' مصر' شام' انڈونیشیا اور ملائشیا کے قیام کے بعد پاکستان بھی آیا ـــــ اور کچھ عرصہ یہاں مقیم رہا' جس کے دَوران اُس نے ایک نقشبندی شیخ سے بیعت کر کے سلوک کے مراحل بھی طے کئے' وہ مجھ سے اکثر جھگڑا کرتا تھا کہ پاکستان کا کوئی مستقبل نہیں ہے' جبکہ میرا موقف یہ تھا کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ اور مشیت ایزدی کا خصوصی مظہر ہے' اور یہ عالم امر میں اسلام کے عالمی غلبے کی خدائی تدبیر کے سلسلے کی اہم کڑی ہے ـــــ تو وہ اپنا یہ تاثر بیان کر کے مجھے خاموش کرا دیتا تھا کہ میں کتنے ہی مسلمان ممالک میں مقیم رہا ہوں' لیکن کہیں بھی مجھے اپنی جیب کٹنے کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا جبکہ پاکستان میں مجھے ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اسی طرح مجھے کسی دوسرے مسلمان ملک میں یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ میں جس سے بات کر رہا ہوں وہ مجھے دھوکا دے گا' لیکن پاکستان میں مَیں ہر شخص سے خائف رہتا ہوں۔

پھر کتنے ہی لوگ آپ کو ایسے مل جائیں گے جو طویل عرصہ تک بیرونی ممالک میں شدید ترین محنت و مشقت سے کمائی کر کے جو جمع پونجی لے کر اس ارادے کے ساتھ پاکستان واپس آئے کہ اب اپنے ہی ملک میں رہیں گے اور کوئی کاروبار یا چھوٹی موٹی صنعت شروع کریں گے وہ یا تو یہاں ہر قدم پر پیش آنے والے رشوت کے مطالبوں سے دل برداشتہ ہو کر واپس چلے گئے یا اچھے بھلے مذہبی مزاج کے حامل لوگوں پر اعتماد کر کے سرمایہ کاری کی کوئی صورت اختیار کی اور ان کی بدعہدی اور بدمعاملگی کے باعث اپنی پونجی سے ہاتھ دھو کر واپس بیرون ملک جانے پر مجبور ہو گئے! ـــــ لگ بھگ دس سال قبل ایک ایسی ہی بات کوپن ہیگن میں ایک صاحب نے مجھ سے کہی کہ میں یہاں سے اپنا بزنس اور مکان وغیرہ سب کچھ بیچ کر پاکستان گیا کہ اب وہیں رہوں گا ـــــ لیکن میرے ایک حاجی اور نمازی اور لمبی داڑھی والے چچا نے دھوکے سے میری ساری پونجی ہتھیالی ـــــ اور اب میں پاکستان کو تین طلاقیں دے کر آیا ہوں کہ کبھی دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کروں گا ـــــ تو اگرچہ میں نے انہیں توڈانٹا کہ یہ آپ نے کیا کیا کہ اپنے چچا کی مبینہ بے ایمانی کی سزا پاکستان کو دے ڈالی' جس پر وہ صاحب کسی قدر شرمندہ بھی ہوئے ـــــ لیکن اپنے دل میں مَیں خود اپنے آپ سے شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا!

بعض لوگ اپنی مثبت سوچ کے اظہار کے لئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ساری خرابی ہماری قیادت اور بالائی طبقات میں ہے' ہمارے عوام تو بہت بھلے' نیک اور شریف لوگ ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ محض خوش فہمی ہے —— ورنہ جھوٹ' بد عہدی اور خیانت کے امراض ہمارے معاشرے میں وبائی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ چنانچہ اب راست گو اور راست باز اور دیانت و امانت کے حامل لوگ استثناء کے درجہ میں آچکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اب دیانتدار صرف وہی ہے جسے یا تو بددیانتی کا موقع ہی نہیں ملتا' یا وہ ڈرپوک اور بزدل ہے اور بددیانتی کی ہمت و جرأت نہیں رکھتا! —— ویسے متذکرہ بالا خوش فہم اور مثبت سوچ کے حامل لوگوں کی رائے آنحضور ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں بھی غلط ثابت ہوتی ہے کہ: "کَمَا تَکُوْنُوْنَ کَذٰلِکَ یُوَمَّرُ عَلَیْکُمْ!" یعنی جیسے تم خود ہو گے ویسے ہی حاکم تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے —— گویا ہماری سیاسی قیادت ہو یا بیوروکریسی' پروفیشنلز ہوں یا عام کاروباری' اور بڑے زمیندار ہوں یا سرمایہ دار' اگر ہماری ٹاپ ایلیٹ بددیانت اور خائن ہو گئی ہے —— تو اس کا اصل سبب یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے الفاظ میں "آوے کا آوا ہی بگڑ چکا ہے!" —— اور صداقت اور ایفاءِ عہد' اور امانت و دیانت کے اوصاف ہماری قوم کے گراس روٹ لیول تک پر عنقا ہو چکے ہیں —— چنانچہ یہ ہے ہمارا وہ اصل مرض جس کے بارے میں ؏ "کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟" کے مصداق بڑے گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اگر موجودہ فوجی ایڈمنسٹریشن نے مارا مار کر کے قوم کی لوٹی ہوئی دولت میں سے کچھ حصہ واپس لے کر ایک بار خزانے کا حوض بھر بھی لیا تو اگر خیانت اور غبن کی یہ نالیاں جوں کی توں موجود اور برقرار رہیں تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ دوبارہ خالی ہو جائے گا۔

اب اگر یہ بات واضح ہے' اور یقیناً واضح ہے' کہ ہمارا اصل مرض زوالِ اخلاق ہے تو سوچنا چاہئے کہ یہ بیماری کب اور کیوں پیدا ہوئی۔

اس لئے کہ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ؏ "جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی!" کے مصداق ہم ہمیشہ سے تو ہرگز ایسے نہ تھے! مسلمانانِ ہند نے ہندوستان پر کہیں ہزار برس' کہیں آٹھ سو برس' اور کہیں چھ سو برس حکومت کی۔ اور ایک حکمران

قوم بنیادی انسانی اخلاقیات سے اس درجہ عاری تو نہیں ہو سکتی۔ پھر انگریز کی غلامی کا دور آیا تو اس سے نجات کے لئے بھی لگ بھگ ایک صدی تک تو صرف مسلمان ہی بر سرپیکار رہے ـــــ اور اس کے بعد بھی جب حالات نے پلٹا کھایا اور ع "بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے!" کا دور شروع ہوا' اور یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انگریز ہندوستان کو غیر منقسم چھوڑ کر رخصت ہو گیا تو ہندو اپنی عددی برتری کے بل پر مسلمانوں کا اقتصادی اور ثقافتی ہی نہیں دینی اور مذہبی سطح پر بھی استحصال کریں گے تو ان ہی مسلمانانِ ہند نے اپنی جداگانہ قومیت کے دعوے کے ساتھ تقسیم ہند کے لئے جدوجہد کی اور گاندھی جیسی عظیم شخصیت' اور انڈین نیشنل کانگریس جیسی عظیم جماعت کے علی الرغم اور آخری دور میں ہندو اور انگریز کی ملی بھگت کے باوجود اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی ـــــ تو ظاہر ہے کہ اتنا عظیم کارنامہ اخلاقی اعتبار سے کھوکھلی قوم تو ہرگز نہیں کر سکتی تھی۔

قیام پاکستان کے بعد ہمارے مجموعی قومی اخلاق کی سطح جس تیزی سے نیچے گری ہے اس کے عوامل میں سے ایک عامل یہ بھی شمار کیا جا سکتا ہے کہ پورے کرۂ ارضی پر محیط و مستولی مادہ پرستی نے ہمارے سرمایۂ ایمان و اخلاق پر بھی حملہ کیا ـــــ پھر قیام پاکستان کے فوراً بعد ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی دولت نے ہماری دیانت و صداقت کے قلعے میں جس طور سے نقب لگائی اسے بھی ایک سبب قرار دیا جا سکتا ہے ـــــ لیکن یہ اور ان جیسے دوسرے چھوٹے چھوٹے عوامل ہمارے گھمبیر مرض کی کافی توجیہ نہیں کر سکتے! ـــــ ہمارے یہاں صداقت و دیانت کا جنازہ جس طور سے نکلا ہے' اور عہد اور وعدہ کی خلاف ورزی نے جو وسعتیں (DIMENSIONS) اختیار کی ہیں' ایک جانب ان کو نگاہ میں رکھئے اور دوسری جانب نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کو سامنے رکھئے جسے آپؐ کے خادمِ خاص حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ: "ایسا کبھی شاذ ہی ہوا ہو گا کہ آنحضور ﷺ نے ہمیں کوئی خطبہ ارشاد فرمایا ہو اور اس میں یہ الفاظ شامل نہ ہوں کہ..." اور اب اس کے بعد آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: "جس شخص میں امانت داری کا وصف نہیں ہے اس کا کوئی ایمان نہیں' اور جو پاسِ عہد سے محروم ہے اس کا کوئی دین نہیں!" ـــــ تو یہ نہایت تلخ لیکن ناگزیر نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ہم مجموعی طور پر قومی سطح پر دین و ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

"فاش تر خواہی؟" کے مصداق اگر مزید وضاحت مطلوب ہے تو اس کے لئے رجوع کیجئے نبی اکرم ﷺ کی ان احادیث کی جانب جن میں آنحضور ﷺ نے مرض نفاق کی علامات بیان کی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں پہلے تو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں کی متفق علیہ روایت جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سامنے آتی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ : "منافق کی تین علامتیں ہیں ـــــ ایک یہ کہ جب بولے جھوٹ بولے' دوسرے یہ کہ جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے' اور تیسرے یہ کہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے!" یہ الفاظ تو بخاری اور مسلم دونوں کے متفق علیہ ہیں لیکن مسلمؒ کی روایت میں اضافی الفاظ یہ ہیں کہ جس شخص میں یہ تین علامات موجود ہوں وہ پکا منافق ہے "خواہ وہ روزہ رکھتا ہو' نماز پڑھتا ہو' اور بزعم خویش اپنے آپ کو پکا مسلمان سمجھتا ہو!"

ـــــ ایک دوسری حدیث کی رو سے' جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' (اور یہ بھی متفق علیہ ہے!) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص میں یہ چاروں موجود ہوں تب تو وہ خالص منافق ہے' اور اگر ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں اسی نسبت سے نفاق موجود ہے تا آنکہ وہ اس سے براءت اختیار کر لے..." اور اس روایت میں آنحضور ﷺ نے سب سے پہلے خیانت کو شمار کیا ہے' چنانچہ فرمایا کہ وہ چار خصلتیں یہ ہیں کہ: "جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے' جب بولے تو جھوٹ بولے' جب کوئی معاہدہ کرے تو غداری کرے' اور جب (کسی سے کوئی) جھگڑا ہو تو فوراً آپے سے باہر ہو جائے!"

جہاں تک مرضِ نفاق کی نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ متذکرہ بالا علامات کا تعلق ہے وہ تو' جیسے کہ عرض کیا جا چکا ہے' اِس وقت ہمارے معاشرے کی پیشانی پر اسی شان کے ساتھ درج ہیں جس کا ذکر ایک حدیثِ نبویؐ میں آیا ہے کہ دجال کی پیشانی پر "ک۔ف۔ر" اس طرح لکھا ہوا ہو گا کہ اسے ہر صاحب ایمان پڑھ سکے گا' خواہ وہ پڑھا لکھا ہو' خواہ اَن پڑھ! " البتہ اب یہ مشکل سوال سامنے آتا ہے کہ نفاق کا وہ مہلک مرض ہم پر کیوں اور کیسے حملہ آور ہو گیا' جس کے لئے سورۂ نساء میں تو یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (آیت ۱۴۵) "منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے!" گویا ان کا درجہ کفار و مشرکین سے بھی نیچے ہے! لیکن اس کی ہلاکت

آفرینی کا کچھ مزید اندازہ سورۂ توبہ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر کہے گئے ہیں کہ: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (آیت ۸۰) "(اے نبیؐ) آپ خواہ ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں خواہ نہ کریں ـــــ لیکن اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا!" (اعاذنا اللّٰہ من ذلک!)

اس سوال کے جواب کے لئے اپنی قیاس آرائیوں اور عقلی و منطقی موشگافیوں کو چھوڑ کر اللہ کی اس کتاب کی جانب رجوع کریں، جس کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ: "اس میں تم سے پہلے کے لوگوں کے حالات بھی درج ہیں، اور تمہارے بعد آنے والوں کے احوال بھی مذکور ہیں، اور تمہارے مابین پیدا ہونے والے جملہ اختلافات کا حل بھی موجود ہے!" ـــــ تو سورۂ توبہ کی آیات ۷۵ تا ۷۷ میں ہمیں اپنے اخلاقی زوال کے اصل سبب کی جانب رہنمائی مل جاتی ہے۔ جن میں منافقین مدینہ کی ایک خاص قسم کا ذکر ہے کہ:

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ ﴾ (التّوبة : ۷۵-۷۷)

"ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل (دولت) سے نواز دے گا تو ہم خوب صدقہ و خیرات کریں گے اور نہایت اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کریں گے۔ لیکن جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا اور غنی کر دیا تو انہوں نے بخل کی روش اختیار کر لی اور اعراض کرتے ہوئے پیٹھ موڑ لی ـــــ اس پر اللہ نے ان کی اس وعدہ خلافی اور کذب بیانی کی سزا کے طور پر ان کے دلوں میں قیامت تک کے لئے نفاق کا مرض پیدا کر دیا!"۔

گویا اللہ سے وعدہ خلافی کی وہ نقد سزا جو اسی دنیا میں مل جاتی ہے 'نفاق کی بیماری ہے۔

لہٰذا اب اس بحث کو منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اس وعدے کو ذہن میں تازہ کرنے کی ضرورت ہے جس کی خلاف ورزی پر نفاق کی یہ سزا

ہم پر مسلط ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں اگرچہ اصولی طور پر تو اہمیت کے اعتبار سے مقدم ترین ہے مصوّر و مفکرِ پاکستان علامہ اقبال کا وہ خطبۂ صدارت جو انہوں نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے آل انڈیا اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں ارشاد فرمایا تھا' جس کی بنا پر میں انہیں "مبشّرِ پاکستان" قرار دیتا ہوں۔ اس لئے کہ اس میں انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک مسلمان آزاد ریاست کا قیام تقدیر مبرم ("DESTINY") ہے ـــــ اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرۂ منور پر جو پردے عرب ملوکیت ("ARAB IMPERIALISM") کے دور میں پڑ گئے تھے' انہیں ہٹا کر اصل اسلام (گویا خلافتِ راشدہ کے نظام) کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں" ـــــ تاہم جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ "وعدے" کا تعلق ہے تو اصل حیثیت ان دعاؤں کی ہے جو ۴۵ء تا ۴۷ء دو سالوں کے دوران ہندوستان کے طول و عرض میں عوامی جلسوں' اور جمعہ اور عیدین کے عظیم اجتماعات میں مسلمانوں نے گڑگڑا گڑگڑا کر کی تھیں کہ "اے اللہ! ہمیں انگریز اور ہندو کی دہری غلامی سے نجات دے تو ہم تیرے دین کا بول بالا کریں گے اور تیرے نبی ﷺ کے لائے ہوئے نظام اور قانون کو دنیا میں نافذ کریں گے!" ـــــ یا پھر ان نعروں کی ہے کہ جو "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!" کی صداؤں کی صورت میں پورے ہندوستان میں گونج گئے تھے ـــــ اور "آخری لیکن کمترین نہیں!" کے مصداق ان بے شمار بیانات اور تقاریر اور سوالات کے جوابات کی ہے جن میں قائد اعظم محمد علی جناح نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ پاکستان میں اسلامی دستور و قانون' اور اسلامی تہذیب و تمدن کا دور دورہ ہو گا' اور "انسانی حریت' اخوت اور مساوات کے ان اصولوں پر مبنی نظام قائم کیا جائے گا جو اسلام نے عطا کئے ہیں" ـــــ اور ؏ "جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے!" کے مصداق جو شخص بھی ظاہری اسباب و علل کے پردوں کے پیچھے کارفرما مشیت ایزدی اور تقدیر و تدبیر خداوندی کا کسی درجہ میں بھی ادراک کر سکتا ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ ان ہی "وعدوں" کا نتیجہ تھا جو قیامِ پاکستان کے "معجزے" کی صورت میں ظاہر ہوا ـــــ تاکہ وہ سنّتِ الٰہی پوری ہو جو سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۲۹ میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ: ﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ

يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ یعنی ”قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور تمہیں زمین میں اقتدار عطا کردے اور پھر دیکھے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو!“ ـــــ اس لئے کہ قیام پاکستان فی الواقع مہاتما گاندھی سمیت پوری انڈین نیشنل کانگریس بلکہ پوری ہندو قوم کی ”ہلاکت“ سے ہرگز کم نہیں تھا! (یہ بات تو ریکارڈ پر موجود ہی ہے کہ گاندھی نے کچھ ہی دن پہلے یہ کہا تھا کہ پاکستان صرف میری لاش پر بن سکتا ہے!)

اس پس منظر میں قائم ہونے والی ”سلطنتِ خداداد پاکستان“ میں ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ ”صورت بہ بیں حال مپرس!“ کے مصداق اظہر من الشمس ہے۔ کہ نہ یہاں آج تک اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم ہوا ـــــ نہ شریعتِ اسلامی کے احکام و قوانین نافذ ہوئے۔ بلکہ تاحال از منہ وسطیٰ کا وہ جاگیرداری نظام بھی جوں کا توں قائم ہے ـــــ جس سے بھارت نے آزادی کے فوراً بعد نجات حاصل کرلی تھی ـــــ اور سود پر مبنی بینکاری کا وہ نظام بھی قائم و دائم ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ ؎

ایں بنوک ایں فکرِ چالاکِ یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام!

چنانچہ اسی عالمی بینکاری نظام کے ذریعے ہم نئے عالمی مالیاتی استعمار کے جال میں ”صیدِ زبوں“ کی صورت اختیار کرچکے ہیں اور مقامی طور پر اسی بینکاری کے نظام نے قومی دولت کو لوٹنے کے سب سے مؤثر ذریعے کی حیثیت اختیار کی ہے!۔ اور بینکوں کے اس نظام کی بدولت وہ ”ربا“ تو ہماری معیشت میں اوّل روز ہی سے تانے بانے کی طرح بنا ہوا تھا، جس پر قرآن حکیم میں ”اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے جنگ“ کا الٹی میٹم وارد ہوا ہے۔ اس طرح سٹاک ایکسچینج میں کھیلا جانے والا جوا بھی ”قدیم“ ہے، لیکن بڑے پیمانے اور عوامی سطح پر سود اور جوئے کو یکجا کرکے پورے معاشرے میں پھیلانے کا کارنامہ ہم نے ”پرائز بانڈز“ کے ذریعے سرانجام دیا۔ اور پھر لاٹریوں کو جو فروغ حاصل ہوا، اس کی یہ مثال کافی ہوگی کہ جب بے نظیر بھٹو کے پہلے دورِ وزارتِ عظمیٰ کے دوران

سیف گیمز کے موقع پر لاٹری کو حیرتناک کامیابی حاصل ہوئی تو انہوں نے کہا تھا کہ "میں تو اپنے وزیر خزانہ سے کہنے والی ہوں کہ باقی سب دھندے چھوڑ کر لاٹریوں کا سلسلہ جاری کر دیں!" —— اگرچہ اس پر عمل کا "سہرا" حال ہی میں برخاست ہونے والی "شریف" حکومت کے سر پر ہے جس کے زمانے میں "کروڑ پتی" قبیل کی سکیموں کی صورت میں جوئے نے بامِ عروج پر پہنچنے کی "سعادت" حاصل کی —— دوسری جانب معاشرتی سطح پر ہمارے یہاں بے حجاب اور مخلوط معاشرت کا دائرہ تیزی سے بڑھ رہا ہے' اور ایشیا میں کسی حد تک برقرار خاندانی نظام پر مغرب کی جو یورش پہلے قاہرہ اور پھر بیجنگ میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں کے ذریعے کی گئی اس کے اثرات ہمارے معاشرے پر بھی ظاہر ہو رہے ہیں اور خاندانی نظام کی چولیں ہل رہی ہیں —— رہے "عائلی قوانین" جن میں انگریزوں نے بھی کبھی دخل اندازی کی جرأت نہیں کی تھی' اور بھارت کے مجبور اور مقہور مسلمانوں نے بھی تاحال ان میں کسی کو دراندازی کی اجازت نہیں دی اور اس کے ضمن میں سینکڑوں جانوں کی قربانی پیش کر دی —— ان میں مغربی تصورات کے تحت پہلے تو ایوب خان کے "سیکولر" مارشل لاء نے ایسی پابندیاں عائد کیں جنہیں شیعہ 'سُنّی' دیوبندی' بریلوی' اہلحدیث اور جماعت اسلامی سب کی چوٹی کی قیادت نے غیر اسلامی قرار دیا —— اور پھر ضیاء الحق کے خالص "اسلامی" مارشل لاء نے انہیں تحفظ دیا اور برقرار رکھا —— الغرض ہم "حریت اور مساوات" کے ان تصورات کی بجائے جو اسلام نے عطا کئے ہیں' ان تصورات کی خالص غلامانہ ذہنیت کے ساتھ نقالی کر رہے ہیں جن کی ایجاد اور فروغ کا سہرا مغرب کے سر ہے!

چنانچہ یہ ہے وہ عظیم وعدہ خلافی جس کے مرتکب ہم قومی اور اجتماعی سطح پر ہوئے ہیں اور جس کی سزا کے طور پر نفاق کا وہ مرض مسلط کیا گیا ہے جس کا عظیم ترین مظہر یہی ہے کہ صداقت و دیانت' اور ایفاءِ عہد اور تحمل کا دیوالہ نکل گیا ہے —— لیکن اسی کا ایک اضافی مظہر وہ "نفاق باہمی" بھی ہے جس کے نتیجے میں قوم قومیتوں میں تحلیل ہو چکی ہے اور صوبائی و علاقائی' نسلی و لسانی' اور مذہبی اور مسلکی عصبیتوں نے دینی' ملی اور قومی احساسات کو تقریباً معدوم کر کے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ اس کا ایک بڑا اور نمایاں مظہر تو ۱۹۷۱ء میں "بنگلہ دیش" کی صورت میں سامنے آ ہی گیا تھا' مزید برآں مختلف اوقات میں

پختونستان' آزاد بلوچستان' اور سندھو دیش بھی صرف اسی بنا پر بنتے بنتے رہ گئے کہ زمینی تسلسل (TERRITORIAL CONTINUITY) کے باعث مرکزی حکومت اور پاکستان آرمی اپنی اتھارٹی کو مؤثر طور پر بروئے کار لا سکے!

حاصل کلام یہ کہ پاکستان کے جملہ قومی و اجتماعی عوارض و امراض کی جڑ یہ ہے کہ ہم نے قیام پاکستان کی جدوجہد کے دوران جو وعدہ اللہ سے کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی' جس کی سزا کے طور پر ہم پر نفاق کا مرض مسلط کر دیا گیا ـــــ اور ہمارے حالات میں کسی بہتر اور پائیدار تبدیلی کا امکان اس کے بغیر نہیں ہے کہ ہم قومی سطح پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کریں ـــــ اور اپنی اب تک کی کوتاہی کی معافی مانگتے ہوئے ایک عزمِ مصمم کے ساتھ "نفاذِ اسلام" کی جانب پیش قدمی شروع کر دیں ـــــ البتہ اس "نفاذ اسلام" کے ضمن میں ہمارے یہاں جو دو مختلف ہی نہیں متضاد تصورات پائے جاتے ہیں سب سے پہلے ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(یہ مضمون اشاعت کے لئے قومی اخبارات کو ارسال کیا گیا' اور روزنامہ خبریں اور روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا۔)

نونہالانِ ملّت کے لئے

اسلامی تعلیمات پر مبنی چھوٹے چھوٹے مضامین کا خوبصورت گلدستہ

پھول پھول خوشبو

از قلم : عتیق الرحمٰن صدیقی

○ جاذب نظر ٹائٹل ○ عمدہ سفید کاغذ ○ دلکش کمپیوٹر کتابت

○ دوصد سے زائد صفحات ○ قیمت : 80 روپے

خود پڑھیئے' دوست واحباب کو تحفے میں دیجئے

شائع کردہ : **نور اسلام اکیڈمی** 'پوسٹ بکس 5166 ماڈل ٹاؤن لاہور

مسلمان کا طرزِ حیات(۲)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منهاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

دوسرا باب

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت(۱) پر ایمان

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے اور تمام جہانوں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی دلیل اولاً تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مسلم کو حاصل ہونے والی ہدایت ہے اور ثانیاً وہ نقلی اور عقلی دلائل جو یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

○ نقلی دلائل

ا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رب ہونے کی خبر دی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف یوں فرمائی ہے :

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (الفاتحة : ١)

"تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔"

اور اپنی ربوبیت کا اثبات یوں فرمایا :

﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ ﴾ (الرعد : ١٦)

"(ان سے) کہئے : آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دیجئے : اللہ!"

اپنی ربوبیت والوہیت کی وضاحت یوں فرمائی :

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ○ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

---

(۱) اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان۔ یعنی اس بات کا یقین کہ وہ تمام مخلوقات کا خالق ہے اور مخلوق کے تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

هُوَ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ○ ﴾

(الدُّخان : ۷، ۸)

"وہ آسمانوں اور زمین' اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا رب ہے' اگر تم یقین کرتے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ زندگی بخشا اور موت دیتا ہے' وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اوّلین آباء واجداد کا رب بھی ہے۔"

انسان کی دُنیوی زندگی سے قبل ان سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی ربوبیت پر ایمان رکھیں گے' اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میثاقِ ازلی کو قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا ہے :

﴿ وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِيۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ۛۚ شَهِدۡنَا ۛۚ ﴾

(الاعراف : ۱۷۲)

"جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی' پھر انہیں خود انہی پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان سب نے کہا : کیوں نہیں؟ ہم گواہی دیتے ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے)۔"

مشرکین پر حُجّت قائم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ○ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ○ ﴾ (المؤمنون : ۸۶، ۸۷)

"آپ فرمایئے : ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ کہیں گے (یہ صفت) اللہ ہی کی ہے۔ پھر فرمایئے : تو کیا تم ڈرتے نہیں؟"

۲۔ تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے' اس کی خبر دی ہے اور اس کی گواہی دی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے یوں کہا :

﴿ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ○ ﴾ (الاعراف : ۲۳)

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' اور اگر تُو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے یوں فریاد کی :

﴿ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا خَسَارًا ۚ ﴾

(نوح : ۲۱)

"اے میرے رب! ان لوگوں نے میری بات نہیں مانی اور ایسے شخص کی پیروی کی جسے اس کے مال اور اولاد نے زیادہ سے زیادہ خسارا ہی پہنچایا ہے۔"

اور یوں عرض کی :

﴿ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ○ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ ﴾ (الشُّعراء : ۱۱۷، ۱۱۸)

"اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے' اور مجھے بھی اور میرے ساتھ کے مؤمنوں کو بھی نجات دے دے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حرمِ مقدس مکّہ مکرمہ کے لیے' خود اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے اس طرح دعائی فرمائی :

﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ ﴾

(ابراھیم : ۳۵)

"اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے' اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اس سے یوں دعا کی :

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ ﴾ (یوسف : ۱۰۱)

"اے میرے رب! تو نے مجھے بادشاہی عطا فرمائی اور مجھے باتوں کا مطلب سمجھنا سکھا دیا (یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم دیا)' اے آسمانوں اور زمین کے خالق! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا دوست ہے۔ مجھے اسلام پر وفات نصیب فرما اور نیکوں کے ساتھ ملا دے۔"

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح اپنی حاجتیں طلب کیں:

﴿ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ ﴾

(طٰہٰ : ۲۵-۲۹)

"اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے' میرے کام کو میرے لئے آسان فرمادے' میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اور میرے لیے میرے اپنے خاندان سے ایک وزیر مقرر فرما۔"

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے یوں فرمایا:

﴿ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ○ ﴾ (طٰہٰ : ۹۰)

"یقیناً تمہارا رب تو رحمٰن ہے' پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔"

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح رحمت کا سوال کیا:

﴿ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ○ ﴾ (مریم : ۴)

"اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں' اور سر بڑھاپے کی وجہ سے شعلے کی طرح (سفید) ہو گیا' اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی بد قسمت (اور محروم) نہیں رہا۔"

اور اس طرح بھی دعا کی:

﴿ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ○ ﴾ (الانبیاء : ۸۹)

"اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ' اور بہترین وارث تو تو ہی ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کریں گے:

﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ ﴾

(المائدۃ : ۱۱۷)

"میں نے تو ان سے وہی کچھ کہا تھا جس کا تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی یعنی میرے رب اور اپنے رب کی عبادت کرو۔"

آں جناب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس طرح وعظ فرمایا تھا:

﴿ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِ يْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ ﴾

(المائدة : ۷۲)

"اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یقیناً جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

اور اللہ کے آخری رسول ہمارے نبی جناب محمد ﷺ جب پریشان ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ))[۲]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ عظمت والا اور حلم والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور عرشِ کریم کا رب ہے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام انبیاء و رُسل اور دیگر انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے اور اس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے' اور یہ مقدس حضرات سب سے زیادہ علم کے حامل' سب کے سب عقلوں کے مالک' سب سے زیادہ صداقت سے متصف اور زمین میں بسنے والی تمام مخلوق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی اور اس کی صفاتِ مقدّسہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے تھے۔

۳۔ اربوں علماء اور حکماء اس بات کے قائل تھے اور ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا بھی رب ہے اور ہر شے کا رب ہے۔ وہ اس بات کا اعتراف کرتے تھے اور اسی پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔

۴۔ اربوں عقل مند اور نیک انسان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

---

(۲) صحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار' باب دعاء الکرب

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا رب ہے۔

○ عقلی دلائل

بے شمار عقلی اور منطقی دلائل بھی یہی ثابت کرتے ہیں کہ اللہ عزّوجلّ کی ربوبیت تمام مخلوقات پر محیط ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

ا۔ تخلیق میں اللہ کا لا شریک ہونا: اللہ کے سوا کسی شے کا کوئی خالق نہیں۔ کیونکہ تمام انسان یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نے تخلیق کا نہ دعویٰ کیا ہے نہ کوئی اس بات پر قادر ہے' خواہ وہ مخلوق کتنی چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو' اگرچہ وہ کسی انسان یا حیوان کا ایک بال ہو' کسی پرندے کا کوئی ننھا سا پر یا کسی درخت کی شاخ پر موجود کوئی پتی۔ پھر کسی جاندار مکمل جسم یا اجرامِ ساوی میں سے کسی بڑے یا چھوٹے ستارے یا سیارے کی تخلیق کا دعویٰ تو بالکل بعید از قیاس ہے۔

اللہ عزوجل نے مندرجہ ذیل آیتِ مبارکہ میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی خالقِ مطلق ہے' کوئی اور نہیں۔ ارشاد ہے :

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الاعراف : ۵۴)

"خبردار! تخلیق بھی اُسی کی ہے اور حکم بھی اُسی کا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

نیز فرمایا :

﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ (الصافات : ۹۶)

"اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔"

اس کے علاوہ اپنی صفتِ خالقیت کے ذکر کے ساتھ اپنی تعریف یوں فرمائی :

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۗ ﴾ (الانعام : ۱)

"تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے بنائے اور روشنی بنائی۔"

ایک مقام پر اس طرح ارشاد ہوا :

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝ ﴾

(الروم : ۲۷)

"وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے آسان ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں اُسی کے لئے اعلیٰ مثال ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا اس کے وجود اور ربوبیت کی واضح ترین دلیل ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اکیلا ہی تمام مخلوقات کا رازق ہے۔ کوئی جاندار خواہ زمیں میں چلتا پھرتا ہے یا پانی میں تیرتا ہے یا ہوا میں اڑتا ہے یا ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں تخلیق کے مراحل سے گزر رہا ہے' اللہ تعالیٰ ان سب کو رزق پہنچاتا ہے اور اس کی رہنمائی فرماتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے رزق کو حاصل کرے اور کس طرح اس سے اپنی بھوک مٹائے۔

چیونٹی جیسے چھوٹے جاندار سے لے کر سب سے زیادہ مکمل اور ترقی یافتہ جاندار انسان تک ہر مخلوق اپنے وجود میں' تخلیق میں' اور حصولِ رزق میں اللہ ہی کی محتاج ہے۔ اور اللہ وحدہ لاشریک ہی اسے وجود بخشنے والا' پیدا کرنے والا اور روزی پہنچانے والا ہے۔ دیکھئے کتاب اللہ کی یہ آیاتِ مبارکہ کس طرح اس حقیقت کو روشن کر رہی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے :

﴿ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا۝ وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا۝ ﴾ (عبس : ۲۴۔۳۱)

"انسان کو چاہئے کہ ذرا اپنی غذا کی طرف دیکھے کہ ہم نے (آسمان سے) خوب پانی برسایا' پھر زمین کو عجیب طرح سے پھاڑا' پھر اس میں اگائے غلے اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور میوے اور گھاس۔"

اور فرمایا :

﴿ .... وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى○ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ ﴾ (طٰه : ۵۳'۵۴)

"اور آسمان سے پانی نازل کیا' پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کی نباتات (زمین سے) نکالیں۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ!"

اس کے علاوہ ارشادِ ربانی ہے :

﴿ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ○ ﴾
(الحجر : ۲۲)

"پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا' وہ تمہیں پلایا۔ اس کے خزانے تمہارے پاس نہیں ہیں۔"

پھر اس رازقِ لاشریک نے فرمایا :

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ ﴾ (هود : ٦)

"زمین میں چلنے والی جو بھی مخلوق ہے اس کی روزی اللہ ہی کے ذمے ہے۔ وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ سے واقف ہے۔"

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں' تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا رب ہے۔

۳۔ انسان کی فطرتِ سلیم اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ جس انسان کی فطرت مسخ نہیں ہو چکی وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے محسوس کرتا ہے کہ وہ اس صاحبِ قوت اور بے پروا بادشاہ کے سامنے کمزور اور عاجز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تصرفات کے سامنے وہ بے بس ہے' لہٰذا بلا تردد یہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب بھی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا رب بھی وہی ہے۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس سے کسی فطرتِ سلیم کے مالک کو انکار کی گنجائش نہیں۔ لیکن ہم قرآن مجید کی کچھ آیات ذکر کرنا چاہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے بت پرست کافر بھی اس بات کے اعتراف پر مجبور تھے کہ مخلوقات کا رب محض اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○ ﴾ (الزُّخرف : ۹)

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ انہیں اُسی غالب علم والے نے پیدا کیا ہے۔"

نیز فرمایا :

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ (العنکبوت : ٦١)

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کر رکھا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔"

علاوہ ازیں ارشاد ہے :

﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ﴾ (المؤمنون : ٨٦، ٨٧)

"کہیے : ساتوں آسمانوں کا رب کون ہے؟ اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ کہیں گے یہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔"

۴۔ چونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے اور وہ ہر چیز میں مطلقاً تصرف کی طاقت رکھتا ہے لہٰذا وہی رب بھی ہے۔ کیونکہ تمام لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دوسری زندہ مخلوقات کی طرح انسان بھی کسی چیز کا حقیقی مالک نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان جب اس جہان میں آتا ہے تو اس کے جسم پر لباس نہیں ہوتا' وہ ننگے سر' ننگے پاؤں' ننگے بدن یہاں آتا ہے۔ اور جب اس جہان سے رخصت ہوتا ہے تو سوائے کفن کے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا' تو پھر اسے کس طرح دنیا کی کسی چیز کا حقیقی مالک سمجھا جاسکتا ہے؟

اور جب اشرف المخلوقات انسان بھی کسی چیز کا مالک نہیں پھر کون مالک ہو سکتا ہے؟ یقیناً صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی مالک ہے' اور اس حقیقت میں کسی اختلاف یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ بعینہٖ یہ بات اسی انداز سے دنیا کے معاملات میں انسان کے تصرف اور تدبیر کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیدا کرنا' رزق دینا' ملکیت' تصرف اور تدبیر یہ سب ربوبیت کی صفات ہیں' اور یہ سب اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اس

حقیقت کو ماضی کے بڑے بڑے بُت پرستوں نے تسلیم کیا ہے' جس کا ذکر قرآن مجید نے مختلف سورتوں میں کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ ﴾ (یونس: ۳۱'۳۲)

"کہیے: کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ مُردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مُردہ کو کون نکالتا ہے؟ اور اس نظمِ عالم کی تدبیر کون کرتا ہے؟ یہ کہیں گے: اللہ۔ پھر کہیے: کیا تم لوگ (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ سو یہی ہے اللہ' تمہارا حقیقی رب' پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ جاتا ہے؟"

(جاری ہے)

بچی کی تربیت کیجئے — خریداری لیجئے

سہیلی میگزین

کیا آپ اپنی بیٹی کی تربیت کرنا چاہتے ہیں؟

بچوں کے چھپنے والے رسائل میں آپ کی بیٹی کی تربیت کیلئے نہ ہونے کے برابر مواد مگر سہیلی کی ہر سطر اور ہر حرف صرف اور صرف آپ کی بچی کی تربیت کیلئے

سالانہ خریداری 100 روپے مشرق وسطی مشرق بعید 700 روپے امریکہ آسٹریلیا یورپ دیگر 1000 روپے

چھوٹے بڑے شہروں سے نیوز ایجنٹ درکار ہیں — خریداری بذریعہ V.P.P بھی منگوائی جاسکتی ہے

منیجر سہیلی میگزین P-88 سکیم نمبر 1\212 ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد فون نمبر 645429

دشمنانِ اسلام کی آخری یلغار اور اُس کا مقابلہ

محمد رشید عمر، امیر حلقہ پنجاب غربی

ساتویں صدی عیسوی میں جزیرہ نمائے عرب میں محمد رسول اللہ ﷺ نے مشرکین عرب، یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل طور پر زیر کرکے اسلام کا غلبہ فرمایا۔ خلفائے راشدین کے دور میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی عالمی قوتیں بھی اسلام کے زیر نگیں آ گئیں۔ تاہم مغلوب ہونے کے بعد یہ قوتیں چین سے نہیں بیٹھیں، بلکہ موقع کی تلاش میں رہیں۔ پہلا حملہ یہود کی طرف سے فتنہ، سبا کی صورت میں کیا گیا جس کے نتیجے میں قیامت تک رہنے والے تفرقہ کا بیج بو دیا گیا۔ دوسرا حملہ صلیبی جنگوں کی صورت میں ہوا جس کا مقابلہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے کیا۔ تیسرا حملہ تاتاریوں نے کیا جو خود ہی اسلام کی حقانیت کے سامنے سرنگوں ہو کر اسلام کے محافظ بن گئے۔ ان کے دور میں خلافتِ عثمانیہ کا جھنڈا سربلند ہوا، جبکہ برصغیر میں مغلیہ خاندان کے عظیم سلاطین نے سات پشتوں تک حکمرانی کی۔ ان بلند اقبال سلاطین کے شان و شکوہ کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ درباری فوکویامے ان کو یہ باور کرا رہے تھے کہ باقی دنیا تو صرف افسانہ ہے، قصے کہانیاں ہیں، آپ ہی دنیا کی واحد عظیم قوت ہیں، جس کا کوئی مدِمقابل نہیں۔ عین اُس دور میں یورپی اقوام سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے برصغیر کے ساحلوں پر اتر رہی تھیں۔ ان کے کارندے ان شاہی درباروں میں مختلف روپ دھار کر اور رسائی حاصل کرکے اپنی آبادکاری کی اجازت حاصل کر رہے تھے۔ سمندروں پر ان کے غلبہ کی کیفیت یہ تھی کہ اکبر اعظم کو اپنی پھوپھیوں کو حج پر بھیجنے کے لئے ان قزاقوں سے اجازت لینی پڑی۔ تب ان کے جہاز عافیت سے سمندری سفر کر سکے۔ (رودِ کوثر، شیخ محمد اکرام) لیکن اس کے باوجود ان چڑھتے طوفانوں سے بچاؤ کی کوئی سوچ اور سکیم اس دور میں نہیں ملتی۔ اس

غفلتِ عظیمہ کی سزا اس حال میں ملی کہ برِ صغیر دو سو سالہ غلامی کے اندھیرے میں ڈوب گیا۔ کم و بیش یہی حشر عرب اور دوسری اسلامی سلطنتوں کا ہوا۔

اس غلبہ کے دور میں یورپی اقوام کو مسلمانوں کی اقدار کو سمجھنے کا خوب موقع ملا۔ بعد ازاں ان ملکوں میں آزادی کی تحریکیں چلیں تو ان استعماری قوتوں نے پسپائی اختیار کی۔ لیکن مسلمانوں کی نفسیات کے گہرے مطالعے کے باعث اُمت مسلمہ کو مضمحل رکھنے کیلئے انہوں نے ایسی گہری چالیں چلیں کہ آج پوری اُمت آزاد ہونے کے باوجود انہی کی غلامی کا طوق اپنی خوشی سے گلے میں ڈالے' ان کی رضا جو نظر آتی ہے۔ اس کا اپنا کوئی مقام نہیں ہے۔ غیر مسلم قوتیں اپنے منصوبے میں کیسے کامیاب ہیں اس کو سمجھنے کیلئے ہم ان چالوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جو انہوں نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کیلئے چلیں۔

کسی اجتماعیت کی قوت کا راز دو چیزوں میں پوشیدہ ہے:

(۱) مرکزیت اور اس کے ساتھ اجزائے اُمت کی وابستگی

(۲) نظریاتی قوت

مرکزیت کو ختم کرنے کے لئے پہلا کام جو کیا گیا وہ یہ تھا کہ ۱۹۲۴ء میں خلافت کا ادارہ' جو اُمّتِ مسلمہ کی وحدت و یگانگت کی علامت تھا' اس کو توڑا گیا اور نیشنلزم کا بیج بویا گیا۔ آج پوری اُمّتِ مسلمہ قومیتوں کی بنیاد پر منقسم ہے۔ پچاس سے زائد اسلامی ممالک کسی واحد نمائندہ ادارے کو دوسری دنیا کے مقابلہ میں نہیں لا سکے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آبادی کے اعتبار سے سوا ارب اور تیل اور قیمتی معدنیات کے وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دنیا میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ادارے میں ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ مخالفینِ اُمت کسی ملک پر دست دراز ہوتے ہیں تو جوابی عملی اقدام تو دور کی بات ہے' بے چینی کی کوئی لہر بھی جسد اُمت میں نہیں دوڑتی۔ قومی نفس پرستی نے ایک دوسرے کے دکھ درد سے بے حس کر کے رکھ دیا ہے۔ ان ممالک کے برسرِ اقتدار طبقے اسلامی حمیت و غیرت کو بھول کر یورپی آقاؤں کی سرپرستی کے متلاشی رہتے ہیں۔

نظریاتی قوت کا تعلق دو باتوں سے ہے' ایک ناموسِ رسالت اور دوسری جہاد فی سبیل اللہ کی تعلیمات۔ ناموسِ رسالت مرکزیت اور اتحادِ اُمت کا ذریعہ بھی ہے' جبکہ جہاد فی سبیل اللہ کا نعرہ اُمّتِ مسلمہ کے تنِ مردہ میں جان ڈال دیتا ہے۔ قوت کے اس

ذریعے کو کمزور کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا ڈرامہ کھڑا کیا گیا۔ یورپی استعمار کے مقاصد میں تو یہ چیز شامل تھی کہ کسی طرح نبی کریم ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں سے کم کر کے نئے ہندوستانی نبی (علیہ ما علیہ) کے گرد اِن کو جمع کیا جائے اور آسمانی الہام کی آڑ میں جہاد فی سبیل اللہ کی تاویل اس طرح کی جائے کہ اُمت کے اندر سے اس کی اہمیت ختم ہو کر رہ جائے۔ ہندو بھی اس کی حمایت کر رہے تھے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہندوستانی نبی (علیہ ما علیہ) کی اُمت ہندو معاشرے کے ساتھ زیادہ بہتر موافقت پیدا کر لے گی۔
حکیم الامت علامہ اقبال نے اس سازش کو بروقت بے نقاب کر دیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۷۴ء میں قانونی سطح پر بھی ان کو کافر قرار دلوا دیا گیا' لیکن یورپی سرپرستی اور مسلمان حکمرانوں کی بزدلی کی وجہ سے اس فتنہ کا سدِّباب ابھی تک نہیں ہو سکا۔ مسلمانوں کی باہمی تفرقے بازی اور دینی سربلندی کے لئے متفقہ لائحہ عمل کی عدم موجودگی بھی اس فتنے کی توسیع میں معاون ثابت ہو رہی ہے۔

اُمّتِ مسلمہ کو برباد کرنے کے لئے تیسرا کاری وار یہود نے کیا۔ انہوں نے ایک منصوبہ کے تحت ایک سازشی تحریک کا نظامِ عمل (protocol) تیار کیا۔ اس میں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ "انسانی نسل کو اخلاقی اور معنوی طور پر بگاڑ کر رکھ دینا ہے' تاکہ یہود کو اپنی برتری قائم رکھنے کا آزادانہ موقع مل سکے"۔ موجودہ عیسائی طاقتیں اسی سازش کا شکار ہو کر پہلے ہی اخلاقی اقدار سے عاری ہو چکی ہیں اور اب وہ بھی دوسری اقوام بالخصوص مسلمانوں کی اخلاقی تباہی کے لئے یہود کے ساتھ مل چکی ہیں۔

جس طرح فحاشی اور بے حیائی سے معاشرتی بدکاری کو فروغ حاصل ہوتا ہے اسی طرح سود کا لین دین معاشی بدکاری کو جنم دیتا ہے۔ چنانچہ اگلے وار کے طور پر صیہونی کارپردازوں نے ایشیائی ملکوں کی لوٹی ہوئی دولت سے ایسے ادارے بنائے جو ان ملکوں کو ترقیاتی منصوبوں میں تعاون کے لئے قرض دیتے تھے۔ ابتدا میں ان ملکوں کو قرضوں کی چاٹ پر لگانے کے لئے حکومتی کارندوں کو رشوتیں دی گئیں۔ اب حالت یہ ہے کہ کوئی ملک قرض کی لعنت سے بچا ہوا نہیں ہے' جبکہ قرض کی دولت پر حکمران عیش و عشرت میں پڑے رہتے ہیں اور ان کے ملکوں کی ساری پیداوار بھی سود کی اقساط ادا کرنے میں کفایت نہیں کرتی۔ ترقی پذیر ملکوں کا خون نچوڑ کر دنیا کی دولت پر یہودی قابض ہو چکے ہیں۔ ان

کا معاشی اثر و رسوخ ان ملکوں میں بناؤ اور بگاڑ پر مکمل طور پر دخیل ہو چکا ہے۔ کسی ملک کے حکمران، امراء اور اونچے طبقات کے لوگ اگر عیش و عشرت میں پڑ جائیں تو وہ ملک کس تیزی کے ساتھ تنزل کی طرف رواں ہو جاتا ہے، اس کے لئے شاہ ولی اللہؒ نے آج سے تین سو برس قبل کس خوبی سے نشاندہی کی ہے۔ مدنیتِ فاسدہ کے بارے ان کے خیالات کا نچوڑ ملاحظہ فرمائیے۔

"ایسے ہی شہروں کی بربادی کے اسباب میں سے یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ ارتفاقاتِ ضروریہ سے آگے بڑھ کر، جن پر تمام دنیا کی اقوام کا اتفاق ہو چکا ہے، عمدہ زیورات، نفیس لباس، شاندار عمارات، لذیذ طعام اور عورتوں کے حسن کے پیچھے پڑ جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ وہی پیشے اختیار کرلیں گے جو امراء کی خواہش پوری کر سکیں۔ مثلاً لوگ دوشیزاؤں کو ناچ گانے کی تعلیم دینے لگیں گے اور بعض انہیں بدن کی ایسی حرکات سکھانے لگیں گے جن کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کو لذت محسوس ہو۔ بعض لوگ کپڑوں کو رنگنے اور ان پر حیوانات اور مناظر طبعی بنانے اور عجیب و غریب نقاشی کرنے میں تخصص پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ بعض لوگ سونے چاندی اور بیش قیمت جواہرات تیار کرنے کی صنعت اختیار کرلیں گے۔ بعض بلند اور شاندار مکانات، کوٹھیاں اور محلات تعمیر کرنے کا پیشہ اختیار کرلیں گے، اور بعض ان میں طرح طرح کی نقاشی میں کمال پیدا کرلیں گے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب سوسائٹی کا بیشتر حصّہ ان پیشوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور امراء اپنا مال و دولت عیاشیوں میں صرف کرنے لگتے ہیں تو ضروری پیشوں کے لوگ جو زراعت، تجارت اور صناعت میں مصروف ہوتے ہیں، وہ تنگ حال ہو جاتے ہیں۔ سامانِ عیش و عشرت کثیر مال و دولت صرف کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اس مالِ خطیر کو حاصل کرنے کے لئے کاشت کاروں، تاجروں اور صنعت پیشہ لوگوں پر ٹیکس لگائے جاتے ہیں اور پہلے کے لگے ٹیکس پر اضافہ کیا جاتا ہے۔ پھر یہ ٹیکس لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ ٹیکس دینے سے انکار کرتے ہیں تو ان کے خلاف حکومتی کارروائی کی جاتی ہے اور گرفتار کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔ اگر لوگ کفایت شعاری سے ٹیکس ادا

کرتے رہیں تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ جن سے آبپاشی، فصل کاٹنے اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے، اور جنہیں صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے کام لیا جاتا رہے۔ اس تنگ حالی اور بے سروسامانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کمانے کے سوا اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے، چہ جائیکہ سعادتِ اخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔

حکمرانوں اور طبقہ امراء کے علاوہ ایک طبقہ باپ دادا کے نام پر وظیفہ خوری کرنے والوں کا، ایک طبقہ مدبرینِ مملکت اور مشیرانِ کرام کا، ایک طبقہ چاپلوسوں اور مدح خوانوں کا، اور ایک طبقہ دعاگو نام نہاد اللہ والوں کا پیدا ہو جاتا ہے۔ ان سب کا بوجھ بھی غریب عوام کے کاندھوں پر آ پڑتا ہے، جو وہ ٹیکسوں اور نذرانوں کی ادائیگی کی شکل میں اٹھاتے ہیں۔"

(افاداتِ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ماخوذ از میثاق جون ۱۹۶۹ء)

حضرت شاہ ولی اللہ کے ان افکار کی روشنی میں غور کریں گے تو ہماری اپنی صورتِ حال واضح ہو کر سامنے آ جائے گی۔ ہمارے حکمرانوں نے عیش و عشرت کی زندگی اختیار کی۔ مصارف کو پورا کرنے کے لئے ٹیکس لگائے گئے۔ ٹیکسوں سے پورا نہیں پڑا تو یہودی معاشی بدکاری کے چنگل میں پھنس کر سود کی دلدل میں گلے تک دھنس گئے۔ قرضوں کا بوجھ بڑھا تو اور ٹیکس لگائے گئے۔ اور جب ٹیکسوں کا بوجھ بڑھا تو عوام نے ادائیگی میں عدم تعاون کیا۔ ٹیکس کی عدم وصولی کی وجہ سے آمدن میں کمی ہوئی۔ کم آمدن کی وجہ سے قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو قرض اتارنے کے لئے مزید قرض لینا پڑا، اور یوں ان کی معاشی غلامی کے چکر میں پھنستے چلے گئے۔ لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ یہاں کے عوام کے اخلاقی بگاڑ کے لئے دوسرا بھرپور وار کیا۔ اس کے لئے وہ NGO,s، ذرائع ابلاغ اور انسانی حقوق کو بطورِ ڈھال استعمال کر رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے یورپی تفریحی مقامات، وہاں کی مادر پدر آزادی کے نظارے اور اس کے مواقع، ان کی طرف راغب کرنے کے لئے اخلاق باختہ لوگوں کے انٹرویوز، ثقافتی طائفوں کے تبادلے اور اس طرح کے دوسرے مواد کا بھرپور استعمال کر کے لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ بیوروکریسی اور منتخب نمائندوں کی کثیر تعداد نے اس

موسمِ گرما کی تعطیلات یورپ میں منانے کے لئے درخواستیں دیں۔ عوام کا حال یہ ہے کہ لوگ صبح کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی بھول چکے ہیں۔ سارا دن روزی کی تلاش میں محنت و مشقت میں گزر جاتا ہے۔ جو تھوڑا بہت وقت فارغ ملتا ہے وہ ٹی وی کی لغویات کی نذر ہو جاتا ہے۔ اِن عیاشیوں میں عوام اور خواص اس طرح پڑ چکے ہیں کہ یہ چیزیں ضروریاتِ زندگی شمار ہونے لگی ہیں۔ ان سے کنارہ کشی کا خیال بھی اب تو خیالِ عجیب شمار ہوتا ہے۔ کانوں میں پڑنے والی غلیظ باتیں اور نظر آنے والے غلیظ نظارے ہمارے معاشرے کے تعمیری مواد میں شامل ہو رہے ہیں۔ ہمارے طرزِ معاشرت' لباس کی تراش خراش' عادات و اطوار اور بات چیت کے ڈھنگ میں انہی کی نقالی ہے۔ مصر' ترکی' روسی آزاد شدہ مسلم ریاستوں یا مراکش اور الجزائر کے معاشروں کو دیکھیں تو عورتوں اور مردوں کے میل جول اور معاشرتی حالات کسی بھی بے دین اور غیر مسلم اقوام سے مختلف نہیں ہیں۔ دوسروں کی نقالی کرنا اور ان کی تہذیب و ثقافت کو اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ابھی ذہنی مغلوبیت سے نہیں نکلے اور ہم نے ان کی برتری تسلیم کرلی ہے۔ انسانی اعمال دل کے احساسات کے ترجمان ہوتے ہیں' لہٰذا نقالی کی تلاش اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اپنے نظریئے اور عقیدے کے ساتھ وابستگی کے سوتے خشک ہو رہے ہیں۔ جبکہ قرآن اور فرموداتِ نبویؐ واضح راہنمائی دے رہے ہیں کہ

(۱) یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ (القرآن)

(۲) جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ (الحدیث)

مسلمان اُمت اپنے رنگ میں بالکل علیحدہ اُمت ہے جو اپنے الگ نظریہ اور تہذیب و ثقافت کے ساتھ دنیا میں آئی ہے۔ ایک قبلہ' پردے کے احکام' پنج وقتہ نمازوں کا نظام' روزوں کا ماحول' مناسکِ حج' عیدین کی نماز اور پیدائش اور موت کی رسومات' یہ سب اس تہذیب و ثقافت کو دنیا کی تمام تہذیبوں سے الگ نئی بنیادیں فراہم کرتے ہیں اور اُمت کو وہ تشخص دیتے ہیں جس کا نام صبغۃ اللہ ہے۔ لیکن ہم یہود و نصاریٰ کے چنگل میں اس طرح پھنس چکے ہیں کہ متذکرہ بالا امور میں اللہ اور اُس کے رسول کی ہدایت کے برخلاف عمل پیرا ہیں۔ اس روش کو ہم نے لازمۂ زندگی بنالیا ہے۔ اسلامی طرزِ حیات مسلمانوں کے لئے اجنبی بن کر رہ گیا ہے اور یہ فتنہ ابھی جاری و ساری ہے۔ اس کا حل کیا

ہے؟ بقول فوکویاما : یہ End of History کادور ہے۔ توکیادنیا اپنے خالق کو پہچانے بغیر ختم ہو جائے گی؟ کیانفس پرستی اور شہوت پرستی کی گمراہیوں کے ساتھ ہی اس دنیا کا انجام ہونے والا ہے؟ یا یہ Beginning of the Glorious Era of Islam ہے‘ جس میں دنیا اپنے خالق کو پہچان لے‘ معاشرہ احترامِ آدمیت اور ایثارِ نفسی کی بنیاد پر امن کا گہوارہ بن جائے۔

جہاں تک فوکویاما کی دانشوری کا تعلق ہے‘ صرف اس قدر قابل ستائش ہے کہ علامہ اقبال نے جو پیشین گوئی ستر اسّی سال قبل کی تھی ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اس کا شعور اسے آج End of history کی صورت میں ہو رہا ہے۔ اس دانش کا دوسرا پہلو غیراسلامی تہذیب وتمدن کی موت اور ان کے عروج کا زوال کی طرف اقرار ہے۔ جس طرح آج انسانی شرم وحیا اور اخلاق کا دیوالیہ نکل چکا ہے‘ اسی طرح فوکویاما کی سوچ اس بات کی علامت ہے کہ آج یورپ اور امریکہ‘ چین‘ روس‘ جاپان اور آسٹریلیا کے پاس اعلیٰ اخلاقی اقدار اور تہذیب و تمدن کے نام پر بھی دنیا کو دینے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا۔

اس حوالے سے غور کریں تو یہ بات واضح ہو گی کہ تاریخِ انسانی بالکل ایک Turning Point پر پہنچ چکی ہے۔ پوری انسانیت اس وقت ایک بڑے انقلاب کو جنم دینے کے دردِ زہ میں مبتلا ہونے کے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اگر اس کو باقی رہنا ہے تو اس درد سے جانبر ہونے کے لئے صرف اسلام ہی اس کی رہبری کر سکتا ہے۔ صرف اسلام کی گود میں اس کو نئی زندگی مل سکتی ہے۔ اسلام ہی تاریخ کا دھارا موڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ صرف یہی انسان کی روحانی اور جسمانی پیاس بجھانے کا مکمل سامان رکھتا ہے اور معرکہ حق و باطل میں عملی شرکت کرنے والا زندہ الہامی ہاتھ قرآن کی صورت میں اسی کے پاس ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے مندرجہ بالا گزارشات کو اختصار کے ساتھ ذہن میں مستحضر کرلیجئے۔ وہ یہ کہ

(۱) ماضی میں عالمِ اسلام پر جب عسکری حملہ ہوا تو اس کا جواب عسکری قوت سے دیا گیا۔

(۴) اسی طرح جسمانی غلامی کے دور کو آزادی کی تحریکوں نے شکست دی۔

آج جبکہ نظری و فکری الحاد پیدا کرنے کا حملہ جاری ہے اور ہمارے ذہن ان کی تہذیب و ثقافت کے سامنے مرعوب ہیں' ہمیں سوچنا ہو گا کہ اس حملے کا جواب کیا ہے؟ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اس کے لئے اُمتِ مسلمہ ہی کا ایک حصہ میر جعفر اور میر صادق کا رول ادا کر رہا ہے۔ یہ ہمارے حکمران' وزراء اور امراء کا طبقہ ہے۔ اگرچہ تعداد کے اعتبار سے کم لیکن عوام پر ان کا تسلط ہے۔ یہ لوگ عوام کو اپنے رنگ میں رنگنے میں کامیاب ہیں۔ طاقت کے تمام وسائل اور دنیاوی رنگینیوں کے سامان ان کے پاس موجود ہیں۔ عالمی شیطانی قوتیں ان کی پشت پناہ ہیں۔ ان کے اندر سے یا ان کے ذریعے انقلاب برپا کرنا صرف ایک خواب ہے۔ اس لئے کہ ان کے لئے سامانِ عیش اور نقلی طرزِ زندگی ایسے لوازمات کی صورت اختیار کر چکے ہیں کہ اس کو ترک کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس کا علاج کیا ہے؟ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :

> "غرض جب ایران اور روم کی سوسائٹی اس حالت کو پہنچ گئی اور عوام کی مصیبت بڑھتے بڑھتے حد سے گزر گئی تو حضرتِ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار کیا اور مقرب فرشتوں نے بھی اسے ملعون قرار دیا۔ اب حکمتِ خداوندی کا تقاضا یہ ہوا کہ اس مرض کا واحد طریق یہ ہے کہ فاسد مادہ نکال کر کاٹ پھینکا جائے۔ اس مہم کو سر کرنے کے لئے اس نبی اُمّی کو مبعوث فرمایا گیا جو کبھی ایرانیوں اور رومیوں کے ساتھ مل کر نہیں رہا تھا.... اس کی زبان سے ایران وغیرہ کی عادات' دنیا کی زندگی میں انہماک اور اس پر اطمینان کی سخت مذمت کرائی۔ ایرانیوں کے رسم و رواج کے اصول جن پر وہ فخر کرتے تھے' حرام قرار دیا' مثلاً ریشم کے کپڑے پہننا' مکانوں کو نقاشی سے سجانا' پُرتکلف کھانوں کی مجالس سجانا وغیرہ ـــــ نیز حکمتِ الٰہیہ نے فیصلہ کیا کہ اس نبی امی ﷺ کی حکومت کے ذریعے ان کے نظامِ فاسدہ کا خاتمہ کر دیا جائے اور اسؐ کی قیادت کے ذریعے ان کی بین الاقوامی لیڈر شپ مٹا دی جائے۔" (افادات شاہ ولی اللہ' میثاق جون ۱۹۶۹ء)

قیصر و کسریٰ کے اقتدار کا بُت توڑنے سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ یقیناً نظریہ اور فکر کے تین سو ساٹھ بُت توڑ چکے تھے۔ لہٰذا اسوۂ رسول ﷺ کو سامنے رکھیں تو پہلی ضرورت ہو گی کہ ہم وطنِ عزیز میں اللہ کے دین کو قائم کر کے اسلامی معاشرے کا نمونہ قائم کریں۔

دوسرے مرحلہ میں کفر و الحاد کی بین الاقوامی قوتوں کو چیلنج کریں۔ بین الاقوامی تصادم کے موقع پر پورے ملک کی قوت کا ساتھ ہونا لازمی ہے۔ اگر بین الاقوامی محاذ پر مصروف قوتوں اور خانگی اقتدار پر براجمان قوتوں کے درمیان ہم آہنگی نہ ہوگی تو بین الاقوامی محاذ پر حاصل ہونے والی کامیابی بھی شکست میں بدل سکتی ہے۔ اس لئے ضروری امر ہے کہ پہلے اندرونِ ملک اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ پاکستانی قوم جن امراض کا شکار ہو چکی ہے اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مادہ فاسدہ کو کاٹ کر علیحدہ کر دیا جائے۔ جو قلیل تعداد طبقہ ملک کو معاشی اور معاشرتی بدکاری میں گھسیٹنے کا ذمہ دار ہے اس کو بالکلیہ بے دخل کر کے اسلامی اقدار کو نئے سرے سے عام کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ یہ عظیم کام کیسے ممکن ہے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام قیادتیں جو اسلام کیلئے مخلص ہیں وہ متحدہ ہوں۔ پھر ان کی اس انداز سے تربیت ہو کہ ان کو اپنے نظریہ اور اعمال سے اٹوٹ محبت ہو۔ یہ لوگ اس نظریئے اور اس پر تعمیر ہونے والے ماحول کے علاوہ کسی دوسرے ماحول کو برداشت نہ کرتے ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک منظم قیادت کے زیر سایہ ہوں جس کے حکم کی تعمیل ہو، جبکہ قیادت ایسی ہو جو قرآن و سنت کے اخلاقِ عالیہ کا نمونہ اور خلوص کا پیکر ہو، جس کی نظر آخرت پر ہو، دنیا پر نہ ہو۔ نیز یہ لوگ غارِ حرا، دارِ ارقم اور شعب ابی طالب کی سنت اور سفر طائف کے مراحل طے کرنے کیلئے تیار رہوں۔ یہ جماعت ایمان کی بہت بڑی مقدار کو اپنے سینوں میں جذب کر چکی ہو۔ جب یہ لوگ اٹھیں تو شہادتِ حق کے عملی تقاضے پورے کرتے ہوئے نام کے مسلمانوں کو صحیح اسلامی نظام اختیار کرنے پر مجبور کر دیں۔ اور جب یہاں اسلام کا نظامِ عدل و قسط قائم ہو جائے تو اب عالمی سطح پر طاغوت کے پجاریوں کو چیلنج کیا جائے، کیونکہ اگر دنیا کے کسی ایک خطہ میں بھی اسلامی نظام نافذ کر دیا جائے تو پھر ان شیطانی قوتوں کو جن کا مقصد صرف حیاتِ دنیا ہے، شکست دینا ذرا بھی مشکل نہیں رہے گا۔

خطوط ونکات

"آپ نے بنفس نفیس قلم اٹھایا اور تبصرے کا حق ادا کر دیا"

ہری پور ہزارہ سے قاضی عبدالدائم دائم حفظہ اللہ کا مکتوب

گرامی قدر عالی مقام جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"التحقیق الصحیح" اور "سایۂ مصطفیٰ ﷺ" پر آنجناب کا دلکش تبصرہ پڑھا۔ کسی اور صاحب علم سے تبصرہ لکھوانے کے بجائے آپ نے بنفس نفیس اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کر قلم اٹھایا اور تبصرے کا حق ادا کر دیا۔ جزاکم اللہ خیراً

> مولانا تھانوی کا پہلا فتویٰ یہی تھا کہ جی پی فنڈ پر ملنے والی رقم پر سود نہیں ہے' نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے' مگر بعد میں انہوں نے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا' جیسا کہ امداد الفتاویٰ کے تتمہ خامسہ سے واضح ہے۔ کتاب کے آخر میں والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات وضاحت سے بیان کی ہے۔

بہرحال خوشی کی بات ہے کہ آپ بھی اس تحقیق سے متفق ہیں اور شروع سے یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے اور رجوع الی القرآن کے مشن کو کامیابی نصیب فرمائے۔

والسلام
قاضی عبدالدائم دائم
مدیر "جامِ عرفان"
ہری پور ہزارہ

"شکنجۂ یہود"

تحریر: طارق مجید کموڈور(ر)پاک بحریہ

آپ کے ہاتھ میں ایک نادر کتاب ہے۔اس موضوع پر لکھنے اور علم رکھنے والے ہر ملک میں آٹے میں نمک کے برابر رہے ہیں۔اردو میں تو ایسے مصنفین کی تعداد کو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔یہ کتاب انگریزی میں بھی نایاب ہے' حالانکہ یہ تازہ ترین دَور کی ہے۔سعید احمد بٹ (سعید رومی) صاحب نے پال فنڈلے کی اس کتاب کا اُردو ترجمہ شائع کر کے اردو دان طبقہ کے علاوہ امت مسلمہ کی بھی خدمت کی ہے۔کتاب کا موضوع امریکہ میں یہودیوں کا تسلط ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ یہودی/اسرائیلی اِس وقت امریکہ کے تمام اہم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں پر بہ لحاظِ اثر مکمل طور پر چھاگئے ہوئے ہیں' حتیٰ کہ صدر کا دفتر یعنی وائیٹ ہاؤس بھی ان کی مٹھی میں ہے۔امریکہ کے تمام یہودی ـــــ جن کی مصنوعی تعداد ساڑھے چھ ملین بتائی جاتی ہے' لیکن اصل میں ۲۶ ملین کے لگ بھگ ہے ـــــ امریکی شہریت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی شہریت بھی رکھتے ہیں۔وہ امریکہ کو اسرائیلی ریاست کا ایک حصہ سمجھتے ہیں اور اس بات پر ہنستے ہیں کہ دنیا اسرائیل کو امریکہ کی جزوی/طفیلی ریاست سمجھتی ہے!

اس کتاب میں صرف امریکہ کی یہودی لابی کا ذکر ہے۔گویا یہ سمندری برفانی تودے کی سطح آب سے باہر نظر آنے والی چھوٹی سی چوٹی (tip of the iceberg) ہے! تمام یہودی/اسرائیلی لابیاں ـــــ دنیا میں جہاں کہیں بھی کام کر رہی ہوں ـــــ عالمی صیہونی تنظیم (World Zionist Orgsn) کے کنٹرول میں ہوتی ہیں۔اس تنظیم کے اپنے شائع کردہ لٹریچر میں اس کے تین ہیڈ کوارٹرز بالترتیب لندن' نیویارک اور تل ابیب میں ہیں۔لیکن اس خاکسار کی چھان بین کے مطابق یہ عالمی صیہونی تنظیم اپنی مرکزی یہودی قیادت کے لئے بطورِ پردہ (smoke screen) کام کرتی ہے۔اور اصلی یہودی قیادت

"ZINJRY" (زِنجری ــــ Zionist International Jewry کا مخفف!) اپنے آپ کو بالکل خفیہ رکھتی ہے۔ اس کا مخصوص ہیڈ کوارٹر سوئیٹزرلینڈ کے شہر باسل میں واقع ہے۔ ۱۸۹۷ء میں یہیں عالمی صیہونی کانفرنس کا انعقاد کر کے یہ تین کلیدی فیصلے کئے :

(۱) دنیا کے تمام یہودیوں کو صیہونیت کے نظریئے کی پیروی پر مجبور کیا جائے۔

(۲) فلسطین کی سرزمین پر آزاد، خودمختار اسرائیل کی ریاست قائم کی جائے۔

(۳) ورلڈ زائنسٹ آرگنائزیشن قائم کی جائے جو زِنجری کے فرنٹ کی حیثیت سے تمام یہودیوں کی قیادت کرے اور اسرائیل کی ریاست کو وجود میں لانے کے لئے تمام ممکن اقدامات کرے۔

یہ سب باتیں پال فنڈلے کی کتاب میں درج نہیں ہیں۔ اگر وہ یہ سب ظاہر کرتا تو پھر اس کی کتاب کی اشاعت ممکن نہ رہتی، بلکہ وہ "زِنجری" کی ہٹ لسٹ پر آکر نیست و نابود ہو چکا ہوتا۔ فنڈلے ایک کہنہ مشق سیاست دان اور سفارت کار تھا۔ اس کی کتاب کا عنوان یعنی "They Dare to Speak Out!" ہی اس کی بیباکی اور جراَتِ اظہار کا ثبوت ہے۔ اور ذیلی عنوان یعنی : "افراد اور ادارے اسرائیلی لابی کا سامنا کرتے ہیں" تو اور بھی خیال انگیز ہے۔ اس نے واقعات اور حقائق کا ناقابل تردید سلسلہ آپ کے سامنے رکھ کر آپ کو خود نتیجہ اخذ کرنے کا چیلنج دیا ہے۔

راقم کی بحریہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۸۷ء میں جب اس نے "زِنجری" کے عزائم کو بے نقاب کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو دانشوروں، خواص، سرکاری عہدے داروں، فوجی افسران، وکلاء، پروفیسرز، صحافی، اور اہل قلم حضرات کی بڑی اکثریت نے اسے درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔ کیونکہ اعلیٰ تعلیمی نصابوں میں اس فتنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اکثر طنزاً، بلکہ استہزاءً، اس کو من گھڑت کہتے۔ وہ اس تمام داستان کو کہ امریکہ اور مغربی یورپ پر یہودیوں کا غلبہ ہے اور یوں وہ ساری دنیا کو زیر اثر لا چکے ہیں (سوویٹ روس کو توڑنے میں اپنے کردار کا وہ خود فخراً اعتراف کرتے ہیں!) ایک مہمل افسانہ تصور کرتے۔

بہرحال اب تو ایک امریکی ممبر کانگرس کی بات سن کر اُن کو یقین آجانا چاہئے کہ امریکی پالیسیاں امریکہ کے نہیں بلکہ اسرائیل کے مفادات کو مدنظر رکھ کر بنائی جاتی ہیں۔ سعید رومی صاحب کی یہ کاوش کہ اس اہم کتاب کو اردو کا جامہ پہنا کر یہاں عام کر دیا،

لائق تعریف ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے پال فنڈلے کی یہ کتاب ابھی تک پاکستان کی کتب کی مارکیٹ میں نہیں آئی۔ تفتیش یہ ظاہر کردے گی کہ امریکی یہودی لابی کسی بھی امریکی کتاب کو دنیا کے کسی بھی خطے یا ملک میں پہنچنے سے روکنے میں کس قدر مہارت رکھتی ہے۔ امریکہ میں چھپی ہر فحش اور بے ہودہ کتاب مہینوں بلکہ ہفتوں میں پاکستان کے ہر بڑے کتب فروش کی دکان پر رسائی پا جاتی ہے' لیکن وہ کتاب جس کے پڑھنے سے ایک مسلم ملک کے لوگ یہودی فتنوں سے باخبر ہو جائیں' وہاں نہیں پہنچ پاتی! اپنوں کی بے حسی کا تو گلہ ہی فضول ہے!

پال فنڈلے نے اس کتاب کو شائع کروانے اور اس کے لئے مواد حاصل کرنے کے سلسلے میں پیش آمدہ دشواریوں کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بے حد سبق آموز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی! ذرا غور تو کریں کہ اتنے اونچے عہدوں پر فائز امریکی اہل کار اور سفارت کار اپنے ہی ملک میں یہودیوں سے کس قدر خوف زدہ ہیں کہ وہ اپنا نام صیغہ راز میں رکھنے کا وعدہ لے کر ہی حقائق بیان کر پاتے ہیں! کس قدر یہودیوں کے رحم و کرم پر ہیں وہ!

دوسری جگہ پال فنڈلے کو جو دشواری طباعت و اشاعت میں پیش آئی اسے پڑھ کر ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو آزادی تحریر و تقریر کے نعرے لگاتے نہیں تھکتے اور امریکہ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں کہ وہاں تحریر و تقریر کی مکمل آزادی ہے! میں نے فنڈلے صاحب کو دو خطوط لکھے لیکن نامعلوم وجوہات کی بناء پر وہ واپس آ گئے! مجھے علم ہوا کہ مسٹر پال فنڈلے اب ایک دوسری کتاب بعنوان "Delibrate Deception" (دانستہ فریب کاریاں) بھی لکھ چکا ہے جس میں یہودیوں / اسرائیلیوں کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

مکر و فریب صیہونیت کا خاصہ اور صیہونی یہودیوں کے کردار کی مرکزی خصلت ہے۔ صیہونیت اللہ کے دین کی نفی ہے۔ یہ ہر قسم کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بیخ کنی کرتی ہے۔ مادہ پرستی' خواہش پرستی' فحاشی اور ہر قسم کی بدی اور بدکاری کا پرچار کرتی ہے۔ صیہونی خاص طور پر قرآن مجید' پیغمبر اسلام ﷺ اور اُمتِ مسلمہ کے دشمن ہیں۔ صیہونیت قرآن مجید کی رو سے طاغوت ہے' جو ابلیسی خصلتوں کا مرکب ہے۔ ملتِ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کی سب سے بڑی کوتاہی بلکہ المیہ ہی یہ ہے کہ وہ اپنے سب سے بڑے اور ازلی

دشمن کے عزائم' وسائل اور ہتھکنڈوں' بلکہ اس کی شناخت ہی سے بے خبر ہیں۔ قرآن مجید میں تو یہودیوں اور مشرکین کے دشمنانِ اسلام ہونے کے بارے میں واضح تنبیہہ موجود ہے۔

اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریان نے ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے فوراً بعد پیرس میں جو کہا اور یہ لندن کے رسالے "جیوش کرانیکل" میں ۹/ اگست ۱۹۶۷ء کو شائع ہوا' کچھ یوں ہے :

"عالمی صیہونی تحریک (World Zionist Movement) کو پاکستان کی طرف سے لاحق خطرات سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے' کیونکہ یہ نظریاتی مملکت ہمارے وجود کے لئے خطرہ ہے۔ تمام پاکستانی تمام یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور عربوں سے محبت کرتے ہیں۔ عالمی صیہونیت کے لئے لازمی ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔ چونکہ بھارت میں ہندو آباد ہیں جن کے دل مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں' اس لئے پاکستان کے خلاف کارروائیوں کے لئے بھارت بہترین اڈہ ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ہم اس اڈے کو استعمال کریں اور اپنی خفیہ منصوبہ بندی کے ذریعے پاکستان پر کاری ترین ضرب لگائیں اور اسے کچل دیں۔"

"زِنجری" جو طاغوتی یہودیت کا دوسرا نام ہے' عالمی اقتدار پر قبضہ کے لئے ہمہ گیر انتہائی خطرناک منصوبوں پر عمل پیرا ہے۔ اس کا منتہائے مقصود تمام دنیا کو چھوٹے چھوٹے ممالک (mini states) میں تقسیم کرکے ایک ایسے عالمی نظام کے زیر اثر لانا ہے جو کہ اسرائیل کنٹرول کرتا ہو۔ اس شکست و ریخت کے عمل کو آپ صومالیہ' کانگو' چیکوسلاویہ' یوگوسلاویہ اور عراق میں ملاحظہ کر رہے ہیں اور کئی ممالک میں آئندہ دیکھیں گے۔ اقوام متحدہ اور اس کے تمام ذیلی ادارے بشمول آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک اسی کے آلہ ہائے کار ہیں۔ امریکی نظام حکومت کن کے شکنجے میں ہے اور کیونکر؟ وہ آپ پال فِنڈلے کی کتاب میں خود ہی پڑھ کر جان جائیں گے۔ یہودی امریکہ کے سینٹ کی ہر کمیٹی پر چھائے ہوئے ہیں' خصوصاً خارجہ تعلقات اور غیر ملکی امداد کی کمیٹی!

سعید رومی صاحب کی کتاب "شکنجہ یہود" عین وقت کی ضرورت کے مطابق منظرِ عام پر آئی ہے۔ محبِّ وطن اربابِ اقتدار سے یہ امید ہے کہ وہ اس کی اہمیت کے پیش نظر

اسے سرکاری حلقوں میں مقبولِ عام کریں گے اور اس کا وسیع پیمانے پر میسر ہونا ممکن بنائیں گے۔ اس کتاب سے پاکستان کے ساتھ امریکہ کا رویہ جو ہمیشہ معاندانہ اور ناقابل فہم رہا ہے وہ بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ طاغوتی یہودیت کے فتنوں کے بارے میں اگرچہ انگریزی میں لٹریچر کم ہے، تاہم اس میں چند مندرجہ ذیل کتب (جو کہ عام میسر نہیں ہیں!) قابل توجہ ہیں۔

(1) *The Zionist Protocols.*
(2) *Pawns in the Game.*
(3) *The International Jew (Henry Ford).*
(4) *World Conquorers.*
(5) *Waters Flowing Eastwards.*

امید ہے نوجوان نسل اس سلسلے میں مطلوبہ پیش رفت کرے گی۔

576 صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت 220 روپے ہے اور اسے صُفّہ پبلشرز 19۔ اے، ایبٹ روڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور پر بھی دستیاب ہے۔

TO CHRISTIANS WITH LOVE

Based on the lectures delivered by
Dr. Israr Ahmad

Price Rs. 8.00

Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an, Lahore

تنظیم اسلامی کی دعوت اور اس کا طریق کار

—— محمد سمیع' کراچی ——

اگر آپ تنظیم اسلامی کی دعوت کو سمجھنا چاہیں تو میں آپ کو دعوت دوں گا کہ آپ سورۂ نوح میں وارد حضرت نوح علیہ السلام کے اِن ارشاداتِ گرامی پر غور فرمالیں "کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو"۔ جی ہاں' تنظیم اسلامی کی دعوت وہی بندگیٔ رب کی دعوت ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام نے عوام الناس کے سامنے رکھی۔ اور اس تنظیم کے قیام کی ضرورت سورۂ آل عمران میں وارد اس ارشادِ ربانی کی تعمیل کے طور پر ہے جس میں فرمایا گیا : "تم میں لازماً ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے' معروف کی تلقین کرے اور منکر سے روکے"۔ مجھے معلوم ہے کہ میری اس گفتگو کے نتیجے میں آپ کے ذہن میں مختلف سوالات اٹھ رہے ہوں گے۔ تو اگر آپ تحمل اور توجہ کے ساتھ میری گفتگو کی سماعت فرمائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ہر سوال کا جواب خود بخود ملتا چلا جائے گا۔

سب سے پہلے تو میں چاہوں گا کہ بندگیٔ رب کی تشریح ہو جائے' کیونکہ دورِ ملوکیت میں اسلام کے چہرۂ انور پر' بقول اقبال' جو پردے پڑے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ "نظریۂ ضرورت" کے تحت دینی اصطلاحات کے مفاہیم ہی بدل ڈالے گئے' اور صدیوں کے تعامل کے نتیجے میں دینی اصطلاحات کے مروجہ مفاہیم کا ذہنوں پر اس قدر تسلط ہو چکا ہے کہ جب کبھی کسی دینی اصطلاح کی بات کی جاتی ہے تو ذہن میں وہی مفہوم فوری طور پر ابھر آتا ہے۔ عبادت کی مختصر ترین تشریح کو یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو بلا تفریق و امتیاز کے اُس کی محبت اور اُس کے خوف کے جذبہ کے ساتھ مانا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

ہم تنظیم اسلامی کے پیش نظر بندگیٔ رب کے مفہوم کو ایک عمارت کی صورت میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِس کی بنیاد ایمانِ حقیقی ہے' جس کی کرسی ایمانِ قانونی ہے' جس کے ستون نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ہیں۔ اس عمارت کی پہلی منزل بندگیٔ رب'

یعنی خود اپنی ذات پر بندگی رب کو نافذ کرنا ہے۔ اِس کی دوسری منزل دعوتِ بندگی رب ہے' جس کو دعوت و تبلیغ کی عام اصطلاح سے سمجھا جا سکتا ہے اور اس کی تیسری منزل دعوتِ نظامِ بندگی رب ہے' جس کو عام اصطلاح میں اقامت دین کی جدوجہد کہہ لیجئے۔ اِس کی بنیاد' یعنی تصدیق قلبی کے ساتھ ایمان' جس قدر مضبوط ہوگی' عمارت اتنی ہی مضبوط ہوگی۔ ورنہ اگر دل میں توحید کا رسوخ نہیں ہوگا' شرک و اوہام اور بدعات کے بُت ابھی نصب رہیں گے تو معاملہ وہی ہوگا کہ ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ اس عمارت کے ستون اس کی ہر منزل میں موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اوپر کی منزلوں میں دیواروں کے اندر ہو جانے کے باعث نظر نہ آئیں۔ کسی احیائی تحریک کے ہر کارکن کا ذہن اس بارے میں بالکل صاف ہونا چاہئے' ورنہ دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کی منزلوں میں ان عبادات سے شغف میں کمی ہوتی چلی جائے گی اور دیگر سرگرمیوں پر توجہ زیادہ مرکوز ہوتی جائے گی' جس کے نتیجے میں نمازِ باجماعت میں سُستی' قیام اللیل سے غفلت اور نوافل سے عدم توجہی بڑھ جائے گی۔ یہ تو میں نے صرف ایک ستون کی بات کی ہے۔ اسی پر دوسرے ستونوں کو قیاس کر لیں۔ اور ہاں' آخری بات' جسے انگریزی محاورہ میں Last but not the least کہا جاتا ہے' وہ یہ کہ بلند ترین منزل بے شک اقامت دین یعنی تیسری منزل ہے' لیکن اہم ترین پہلی منزل یعنی بندگی رب کی منزل ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب پہلی منزل ہی تعمیر نہ ہو تو تیسری منزل کس طرح وجود میں آسکتی ہے۔ تو یہ ہے تنظیم اسلامی کی دعوت' جس کی ساری منازل کو طے کرنے کا زینہ قرآن حکیم ہے جو ہماری ہر سرگرمی کا مرکز و محور ہے۔ ہم قرآن کریم کو صرف casual دروسِ قرآن یا دعوتِ قرآن جیسی مہمات کے لئے استعمال نہیں کرتے۔

اب آیئے تنظیم کے طریق کار کی طرف' جس کو ہم نے منہج انقلاب نبوی کی اصطلاح سے موسوم کیا ہے۔ یہ نچوڑ ہے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی سیرت النبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے انقلابی پہلو کے مطالعہ اور عصر جدید میں رائج طریقۂ انقلاب کا۔ اسے ہم مندرجہ ذیل چھ مراحل میں بیان کرتے ہیں۔

(۱) دعوت اور اس کی اشاعت کا مرحلہ

اسلامی انقلاب کا نظریہ 'نظریۂ توحید ہے' جس کے مضمرات میں سے معاشرتی سطح پر وحدتِ آدم کی بنیاد پر معاشرتی مساوات ہے۔ یعنی پیدائشی طور پر ہر انسان برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں یہ نہیں ہوتا کہ ؏ "یوں تو سیّد بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغان بھی ہو" بلکہ یہاں ہر قسم کی تفریق کی نفی کی گئی ہے۔ اور معاشرتی سطح پر مساوات اور سیادت و قیادت کی بنیاد تقویٰ ہے۔ حضرت علیہ السلام نے جو صدا لگائی تھی اس میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی بات شامل تھی۔

معاشی سطح پر توحید کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بھی عطا ہوا ہے وہ اس کا امین ہے' مالک نہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست درحقیقت مالکِ ہر شے خداست

لہٰذا ہر امانت کا تصرف ہمیں اپنی مرضی سے نہیں' بلکہ اپنے مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرنا ہے۔

سیاسی سطح پر "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" کے قرآنی حکم کے مطابق حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور ہمیں اس کے احکامات کو بحیثیت اس کے خلیفہ کے نافذ کرنا ہوگا۔ اس نظریہ کی اشاعت کے لئے ہمیں تمام میسر ذرائع کو استعمال کرنا ہے' خواہ وہ ذرائع مطبوعات کی شکل میں ہوں' Audio Visual ہوں یا دروس و خطابات کی شکل میں۔

(۲) تنظیم کا مرحلہ

جو لوگ ہماری دعوت کو قبول کرتے ہیں انہیں ہم منظم کرتے ہیں' یعنی اپنی تنظیم میں شامل کرتے ہیں۔ ہماری تنظیم میں شمولیت مغربی طرزِ جمہوریت یعنی دستوری نہیں' بلکہ بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر ہے جو منصوص بھی ہے' مسنون بھی ہے اور ماثور بھی۔ ویسے ہم دستوری طرز کو بھی مباح سمجھتے ہیں' لیکن جب ہم احیاءِ دین کا کام کر رہے ہیں تو اس کے طریقۂ کار کیلئے ہماری ترجیح قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ ہی ہونے چاہئیں نہ کہ مغرب سے درآمد شدہ نظامِ جمہوریت۔ بیعت کے نظام کی برکات اور دستوری نظام کی قباحتوں کے تذکرہ کا یہاں موقع نہیں۔

(۳) تربیت کا مرحلہ

جو لوگ ہماری تنظیم میں شمولیت اختیار کرتے ہیں ان کی تربیت کیلئے رہنمائی بھی ہمیں قرآن و حدیث اور اسوۂ صحابہ سے ہی ملتی ہے۔ ہم غیر مستند حکایات و روایات کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ ایمان کی گہرائی اور گیرائی کیلئے ہم نے قرآن کریم کے مختلف حصوں سے آیات اور سورتوں کے دروس پر مبنی منتخب نصاب تیار کر رکھا ہے' اور نظم کے تقاضوں کو سمجھنے کیلئے بھی ہم نے ایک دوسرا منتخب نصاب ان ہی خطوط پر مرتب کیا ہے۔

یہ تین مراحل وہ ہیں جو عین اسی طرح چلیں گے جس طرح حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مکی دَور میں اختیار کئے گئے تھے۔

(۴) صبر محض کا مرحلہ

دعوتِ دین کے نتیجے میں ایک داعی کو مخالفین کی جانب سے اس کی کردار کشی اور کارکنانِ تحریک کو استہزاء اور ظلم و تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے اس معاشرے میں جہاں ذہنوں پر سیکولرزم کا تسلط ہے کردار کشی اور استہزاء کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ البتہ ظلم و تشدد کے مراحل اس طرح پیش نہیں آتے جس طرح مکی دَور میں پیش آئے تھے۔ وہاں کلمہ لااِلٰہ اِلاّ اللہ پڑھتے ہی ظلم و تشدد کا آغاز ہو جاتا تھا' لیکن یہاں کلمہ پڑھنے اور عبادات میں مشغول ہونے پر تو معاشرے میں اکرام کیا جاتا ہے' البتہ شریعت پر عمل کے آغاز کے ساتھ ہی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے' جس کا آغاز خاندان' کنبہ قبیلہ اور برادری کے افراد سے ہوتا ہے۔ رشوت لینا بند کریں تو گھر والے ناراض' شرعی پردہ اختیار کریں تو بھی کنبہ قبیلہ اور برادری والے ناراض۔ نتیجتاً معاشرتی مقاطعہ تک کی نوبت آتی ہے۔ لیکن اس پورے دور میں تنظیم اسلامی کے رفیق کو قرآنی دعوت کے ذریعہ اپنا حلقہ وسیع کرتے رہنا ہے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل رہنا ہے۔

(۵) اقدام یا چیلنج کا مرحلہ

جب یہ محسوس ہو جائے کہ رفقاء کی ایک مؤثر تعداد مہیا ہو چکی ہے اور یہ افراد اپنی ذات پر اور اپنے گھر والوں کی حد تک شرعی پابندیوں کے خوگر ہو چکے ہیں اور خالصتاً اللہ

تعالیٰ کی رضا کے حصول اور دین کے نفاذ کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہو چکے ہیں تو معاشرے میں موجود ایک ایک برائی کے خاتمے کیلئے' جو ہر مکتبہ ء فکر کے نزدیک متفقہ برائی ہو' حکمرانوں کو چیلنج کیا جائے کہ ملک میں یا تو یہ برائی رائج رہے گی یا ہم رہیں گے۔

(۶) غیر مسلح بغاوت کا مرحلہ

پانچ مراحل کے بعد نتیجتاً چھٹا اور آخری مرحلہ آئے گا جس کو ہم نے تصادم کے نعم البدل کے طور پر اختیار کیا ہے۔ یعنی چیلنج کے نتیجے میں اگر حکمران ہمارا مطالبہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے برائی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اس طرح رفتہ رفتہ برائیوں کا خاتمہ ہو گا اور معاشرے میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ بصورتِ دیگر پُر امن مظاہرے' دھرنے' picketing اور گھیراؤ (جلاؤ نہیں) کئے جائیں گے۔ اس مرحلے پر ہم حکومتی تشدد برداشت کریں گے' لیکن جوابی کارروائی نہیں کریں گے' جس کے نتیجے میں خاموش اکثریت بھی ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہو گی اور حکمرانوں پر دباؤ بڑھے گا۔ لیکن اگر حکمرانوں نے کوئی دباؤ قبول نہ کیا اور انقلابی تحریک کو طاقت سے کچلنا چاہا تو انقلابی کارکنان درجہ شہادت پر فائز ہو جائیں گے۔ ع "گر جیت گئے تو کیا کہنا' ہارے بھی تو بازی مات نہیں۔"

الیکشن کی سیاست نے داعیانِ دین کو حکمرانوں کے پیچھے لگا رکھا ہے۔ نتیجتاً وہ لوگوں کی تعمیر سیرت و کردار سے غافل ہو چکے ہیں۔ حکمرانوں نے لوگوں کو دنیا پرستی کی دوڑ میں لگا رکھا ہے۔ لہٰذا اسلامی جماعتوں کو ان کے ووٹ حاصل ہوں تو کیسے؟ تبلیغی جماعتوں نے ایمان پر محنت جاری رکھی ہوئی ہے' لیکن فریضہ نہی عن المنکر سے اعراض نے ان کی ساری محنت کی نفی کی ہوئی ہے اور ان کی تبلیغ محض مذہبی تبلیغ ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کے پیروکاروں نے ع "باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی" کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے' لہٰذا لاشعوری طور پر ہی سہی' وہ باطل نظام کو کاندھا دینے میں مصروف ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب وطن عزیز میں اسلامی انقلاب کا سورج طلوع ہو۔ آمین!

ایران میں افکارِ اقبال کا اثر

بسلسلۂ علامہ اقبال اور مسلمانانِ عجم (۲۳)

ڈاکٹر ابو معاذ

انقلاب سے چند سال پہلے

اب ۱۹۷۰ء کے عشرے میں ایران کے کونے کونے میں علامہ اقبال کا پیغام عام ہو چکا تھا اور علامہ اقبال کو پاکستان کے قومی شاعر ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ سعدی، فردوسی، رومی، اور حافظ کا ہم پلہ قرار دیا جاتا تھا۔ علاوہ بریں علامہ کے انقلابی پیغام کو مستقبل کے ایک عظیم اسلامی انقلاب کا محرک قرار دیا جاتا تھا۔ شاہ کا جبر و استبداد پورے شدّ ومد سے جاری تھا۔ ایک طرف مجاہدینِ خلق کے نوجوان خاک و خون میں لوٹ رہے تھے تو دوسری جانب مدرسہ و خانقاہ سے علم ہائے بغاوت بلند ہو رہے تھے۔ قوم میں عظیم مذہبی ولولہ پنپ رہا تھا، مگر بظاہر ہر جانب پُراسرار خاموشی کا دور دورہ تھا اور یہ خاموشی ایک زبردست طوفان کا پیش خیمہ تھی۔ زیرِ زمین گوریلا کارروائیاں جاری تھیں اور لوگ عقوبت خانوں میں موت کی نذر ہو رہے تھے۔ ایران میں علامہ اقبال کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ رسمی اور سرکاری طور پر مصدق کے بعد کے تمام وزرائے اعظم کے پیغامات بھی یومِ اقبال پر نشر ہوتے رہے، حتیٰ کہ مختلف مواقع پر علامہ اقبال کے بارے میں شاہ کے پیغامات بھی نشر اور شائع ہو رہے تھے۔ ایک موقع پر تو شاہ نے کہا تھا کہ "اقبال ساری دنیا کا شاعر ہے"۔ سرکاری سطح پر تو علامہ اقبال معقولیت اور فرزانگی کی علامت تھے مگر اہلِ جنون ان سے درسِ دیوانگی لے رہے تھے۔ آپ کے اشعار جبر و استبداد، معاشی استحصال اور شاہی تخت و تاج کے بتوں بلکہ بتکدوں کو پاش پاش کر رہے تھے۔

صورت نہ پرستم من بت خانہ شکستم من　　　آن سیلِ سبک سیرم ہر بند گسستم من

در بود و نبود من اندیشه گمانہا داشت ، از عشق ہویدا شد این نکتہ کہ ہستم من
(میں نے بُتوں کی پرستش نہیں کی بلکہ میں نے تو بُت کدہ توڑ دیا ہے۔ میں وہ آگے بڑھنے والا تند و تیز سیلاب ہوں جس نے تمام رکاوٹوں کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے ہونے یا نہ ہونے میں کئی شکوک و شبہات جنم لے رہے تھے۔ عشق نے مجھے یہ واضح کر دیا کہ میں ہوں۔)

عشق کا جوشِ جنون آگے بڑھ رہا تھا۔ اور یہ قافلۂ شوق منزل بہ منزل رواں دواں تھا۔ علاوہ بریں ایران کی یونیورسٹیوں' کالجوں اور مکتب و مدرسہ میں اپنے اپنے انداز میں اقبال کے کلام کی شرح و تفسیر جاری تھی۔ مضامین کے سلسلے شائع ہو رہے تھے اور اب اہل ایران ہمیں کلامِ اقبال کے سربستہ رموز اسرار سے آگاہ کر رہے تھے اور پاکستان میں ایرانی علماء کی زبان سے ہم علامہ اقبال کا پیغام سن کر آپ کے شعر و فکر کی نئی جہتوں سے متعارف ہو رہے تھے۔ اب یہ آبِ دریا الٹی سمت واپس ہماری جانب بہہ رہا تھا۔ یہاں پر ہم ایرانی زعماء کے ان لیکچروں اور تحریروں کا حوالہ دیں گے جو انہوں نے پاکستان میں آکر ہمارے ہاں پیش کیں یا مختلف مجلّات میں شائع ہوئیں۔

جناب علی قلی محمود بختیاری نے ۱۹۷۶ء میں اورینٹل کالج لاہور میں ایک لیکچر دیا جس کا عنوان تھا "اقبال و پیامِ او"۔ اس کا متن تہران کے مشہور مجلّہ "ہنر و مردم" (ضمیمہ شمارہ ۱۶۲) میں شائع ہوا۔

اقبال و پیامِ اُو

جناب پروفیسر بختیاری نے فرمایا کہ علامہ اقبال کی زندگی مغرب کی اہرمنی روح کے لئے نبرد آزمائی اور پیکار میں گزری اور انہوں نے عوام کو بیداری کا پیغام دیا۔

از غلامی دل بمیرد در بدن ، از غلامی روح گردد بارِ تن
(غلامی سے بدن میں دل مردہ ہو جاتا ہے اور اس کے باعث روح بھی جسم پر ایک بوجھ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔)

از غلامی بزمِ ملت فرد فرد ، این و آن با آن و این اندر نبرد
(غلامی کی وجہ سے ملت کی محفل اجڑ جاتی ہے' افراد میں انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی

ہے اور مختلف گروہ اور طائفے آپس میں اُلجھ جاتے ہیں۔)

از غلامی مردِ حق زُنّار بند   از غلامی گوہرش نا ارجمند

(غلامی کی وجہ سے حق پرست انسان بھی کافرانہ رسوم اختیار کر کے مالا پہن لیتا ہے
اور اس کے جوہر ذاتی میں انحطاط آجاتا ہے۔)

انہوں نے کہا کہ میں ایک ایرانی اور مشرق کی سرزمین کا فرزند ہونے کے ناطے سے آپ کے شعروں کا مطالعہ کر کے لرزہ براندام ہو گیا ہوں۔ میری روح میں آگ لگ گئی ہے اور اس کی چنگاریاں میرے جسم اور تصورات میں پھیل گئی ہیں۔ میں پگھل رہا ہوں اور جل رہا ہوں۔ بالآخر اقبال کی آگ میرے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے۔ میں بھی ایرانی اور عجمی رازوں کا اقبال کی طرح امین بن گیا ہوں۔ اقبال کی سوچیں صرف ایرانی قوم کے ذہن سے مطابقت کے باعث انہی کی زبان میں ڈھل سکتی تھیں۔ اقبال کی پیروی میں مجھے بھی دردِ دروں سے آشنائی ہو چکی ہے۔ کئی برسوں سے میرا بھی یہ وطیرہ بن چکا ہے کہ استعماری اور سامراجی قوتوں سے نبرد آزما ہو جاؤں۔ مجھے بھی غلامی اور غلامانہ ذہنیت کو پروان چڑھانے والے فرسودہ تصورات سے نفرت ہو چکی ہے۔ ہمارے قومی مرض کا علاج مشرق کی سوچوں اور اسلام کے عظیم فلسفہ میں مضمر ہے۔ ہماری قوم بیمار ہے۔ اس کے افراد کی لاپرواہی نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ آؤ مشرق کے باسیو! جاگ اُٹھو۔ خصوصاً اہل ایران اُٹھ پڑیں اور مشرق کی کمزور اور ناچار مسلم اقوام کے ساتھ مل کر عظیم تحریک کا حصہ بن جائیں جو کفر، شرک، جہالت، گمراہی، غلامی اور استحصال کے خلاف ہو۔ اپنے فکری اسلحہ سے لیس ہو کر وہ کامیاب ہو سکتے ہیں ـــــ اور پھر حافظ کا شعر پڑھا ؎

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ دوستان ریزد   من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

(اگر غموں کا لشکر ہم پر چڑھ دوڑے اور ہمارا اور ہمارے احباب کا خون بہانا شروع کر
دے تو میں اور ساقی آپس میں مل جائیں اور ایسی سوچوں اور غم و اندوہ کی بنیاد اُکھاڑ
کے رکھ دیں۔)

اگر لیکچر کے اس حصہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اقبال کے فکر کی روشنی میں ایک پڑھے لکھے اور دانشور محقق کے ذہن کی صحیح کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی ہیجانی کیفیت

نے پوری ایرانی قوم کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا اور پھر اس کے سامنے سامراج کے استعماری ہتھکنڈے بے سود ہو کر رہ گئے۔

صد سالہ علّامہ اقبال کانفرنس لاہور (دسمبر ۱۹۷۷ء)

پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام علامہ اقبال کی صد سالہ سالگرہ کے باعث ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ یہ کانفرنس اُس وقت کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں منعقد ہوئی اور راقم الحروف کو اس میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ اس کانفرنس کے فارسی مقالات کو خانہ فرہنگِ ایران لاہور نے ایک کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی تدوین جناب محیط طباطبائی نے فرمائی اور اس کا پیش لفظ تحریر فرمایا۔ کسی زمانہ میں جناب محیط طباطبائی سے علامہ اقبال کی خط و کتابت بھی رہی ہے اور موصوف کو علامہ اقبال کے اوّلین ایرانی پیرو کار اور مداح ہونے کا فخر حاصل رہا ہے۔ آپ نے اپنی یادداشتوں کا مختصر ساذکر بھی فرمایا ہے۔

اس مجموعہ کا مقدمہ جناب بہاء الدین اورنگ ڈائریکٹر خانہ فرہنگِ ایران لاہور نے لکھا ہے۔ موصوف ایک استاد تھے اور راقم الحروف سے آپ کی بے پناہ محبت اور عنایت رہی ہے۔ آپ نے علامہ اقبال کی ایرانی عوام میں مقبولیت اور شناسائی کے بارے میں اپنے ذاتی تجربات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اٹھائیس برس قبل ۱۹۴۹ء میں جب میں نے تدریس کا آغاز کیا تو ایک دن رشت (صوبہ گیلان کا صدر مقام) میں وہاں کے مرکزی کتاب خانہ (لائبریری) میں چلا گیا اور سڑک کی جانب کھلنے والی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا۔ کچھ پڑھ رہا تھا اور کسی حد تک باہر سڑک پر بارش کا نظارہ کر رہا تھا۔ اچانک ایک سفید ریش مہربان بزرگ جن سے برسوں کی شناسائی تھی، تشریف لائے اور اپنے ہاتھ میں ایک مجلّہ پکڑے ہوئے میرے سامنے آبیٹھے اور مجھے وہ مجلّہ پڑھنے کے لئے دیتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ شعر پڑھئے اور بتائیے کہ آپ کیا سمجھے، آپ کو یہ ضرور متاثر کرے گا، مجھے تو یہ بہت دلکش محسوس ہوتا ہے، اس میں تحرک ہے، جنبش اور مسلسل پیکار کا درس ہے۔ اس بزرگ کے ایماء پر یہ شعر پڑھے ؎

ساحلِ افتادہ گفت گرچہ بسی زیستم ۔۔۔ ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چیستم
موج زخود رفتہ تیز خرامید و گفت ۔۔۔ ہستم اگر می روم، گر نہ روم نیستم

(صدیوں سے موجود ساحل نے کہا کہ اگرچہ میں نے زندگی بتادی مگر آہ! یہ جان نہ سکا کہ میں کون ہوں۔ سمندر سے ایک لہر اُٹھی اور تیز چلتی ہوئی اس سے مخاطب ہوئی کہ مجھے دیکھو! اگر چلوں تو ہوں اور اگر رُک جاؤں تو کچھ بھی نہیں۔)

وہ بزرگ تو چلے گئے مگر میں نے مجلّے میں شاعر کا نام دیکھا تو لکھا ہوا تھا "اقبال لاہوری" اور یہ میرا علامہ اقبال سے پہلا تعارف تھا۔ میں نے بچپن سے ہی بابا طاہر عریاں کی رباعیات پڑھی ہوئی تھیں۔ اقبال کی رباعیات ان سے وزن اور تاثر میں صدیوں کے فاصلہ کے باوجود ہم آہنگ تھیں۔ مجھے اقبال کی رباعیات نے بہت متاثر کیا۔ پھر آپ کا تمام کلام پڑھا اور دن بدن آپ کے کلام میں کھوتا چلا گیا۔

میری نظر میں آپ صحیح العقیدہ اور سچے مسلمان ہونے کے باعث ایمان کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ تعصّب، جمود اور تنگ نظری سے بالاتر ہیں۔ وہ مسلمانوں کے فکری جمود کو ختم کرکے ان میں ذہنی تبدیلی لانے کے لئے کوشاں ہیں اور مسلمانوں کو انسانِ کامل کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں، ویسا ہی انسانِ کامل جس کی تلاش میں مولانا روم نے کہا تھا ۔ کز دام ودد ملولم وانسانم آرزوست' (میں چوپایوں اور درندوں سے تنگ آچکا ہوں اور مجھے انسان کی آرزو ہے) وہ مسلمانوں اور دنیائے اسلام میں انقلاب کے آرزو مند ہیں۔ آپ خود شناسی کا درس دیتے ہوئے ان تمام خامیوں کے خاتمہ کے آرزو مند ہیں جو فکری کمزوری اور خستگی کا باعث ہیں، مثلاً شکستہ نفسی، لاابالی کی کیفیت، بے کاری، مستی، جبر، گوشہ نشینی، خود فراموشی اور پستی اور شکست پیدا کرنے والے نظریات۔ آپ ایسے نظریات کو موت کا ہم معنی قرار دیتے ہیں۔ ہمیشہ آپ کے کلام میں حرکت، جنبش، کوشش، قوت، تہور، علو ہمتی اور کامیابی و کامرانی کی تعریف کی گئی ہے۔ آپ اس آیت مبارکہ ﴿لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ کے مصداق زندگی کو جوش اور حرکت کی راہ پر چلاتے ہیں اور جوش وجذبہ سے فرماتے ہیں ؎

درین دریا چو موجِ بے قرارم ۔۔۔ اگر بر خود نپیچم نیستم من

(میں اس سمندر میں ایک بے قرار لہر کی طرح ہوں' اگر اپنے آپ سے اُلجھ کر ایک حلقہ نہ بنالوں تو میں کچھ بھی نہیں۔)

یا یہ فرماتے ہیں کہ ع زندگی جہد است واستحقاق نیست (زندگی کوشش اور جہاد کا نام ہے اور یہ کسی کا استحقاق نہیں ہے) علامہ اقبال کی اہم ترین خدمت دین اسلام کی اہمیت کا اثبات ہے۔ آپ نے دین کے احیائے علوم میں سخت محنت کرکے اپنی مشہور کتاب الٰہیاتِ اسلامی کی تشکیلِ نو "Reconstruction of Religious thought in Islam" لکھ کر پانچویں صدی ہجری کے عظیم اسلامی مفکر امام محمد غزالی کی پیروی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد ڈاکٹر علی شریعتی نے آپ کو غزالی ثانی کا خطاب دیا ہے۔

علامہ اقبال نہ تو پاکستانی نظر آتے ہیں نہ ہندی' نہ ایرانی اور نہ ہی ترک۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرح ان کا ملک اور رنگ و نسب سب کچھ ہی اسلام ہے۔ آپ وہ باخبر مسلمان ہیں جو مسلمانوں کی زبوں حالی پر پریشان اور غم زدہ ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم کے مرضِ مزمن اور مہلک بیماری کا علاج ہو سکے۔ آپ ان کو متحد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے دردمندانہ نغمات میں ایک بے ریا اور خالص دوا موجود ہے جو ان کے درد اور مرض کا تیر بہدف علاج ہے۔

اس اقتباس کے مطالعہ سے بھی انقلاب کا تاثر نمایاں ہے اور امر حیرت ہے کہ شاہی حکومت کے ایک کارندے کی زبان پر بھی جناب علی شریعتی کا نام جاری ہے اور اقبال کی فکر کی وہ چھاپ نمایاں ہے جس کی وضاحت خالص ایرانی اسلوب میں جناب علی شریعتی نے فرمائی تھی۔ راقم الحروف کو یاد ہے کہ جناب اورنگ کی کوششوں سے اس کانگرس کا ایک اجلاس خانہ فرہنگ ایران لاہور کے زیر اہتمام ہوا اور خانہ فرہنگ ایران لاہور علامہ اقبال کے نام سے موسوم ہوا۔ خانہ فرہنگ ایران نے علامہ اقبال کی بابت بے شمار مجلّات اور کتب مہیا کرکے مفت تقسیم کیں۔ اس کانگرس کے موقع پر چھپنے والے کچھ مضامین (جو اس کتاب میں شامل ہیں) کے اقتباسات قارئین کی نذر کئے جارہے ہیں۔

بلندئ شعرِ اقبال

یہ تقریر جناب ڈاکٹر جعفر محجوب کی تھی۔ آپ ان دنوں پاکستان میں ایران کے ثقافتی

کونسلر تھے۔ آپ تہران یونیورسٹی اور دانش سرائے عالی آموزش معلم میں فارسی کے پروفیسر تھے اور ملک الشعراء بہار کے شاگرد پروفیسر حسین خطیبی کے عزیز ترین شاگردوں میں سے تھے۔ راقم الحروف پر آپ کی نظرِ عنایت تھی۔ آپ نے تہران جانے کے بعد دوبارہ تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور راقم الحروف کی آپ سے تہران میں کئی ملاقاتیں جذباتی ماحول میں ہوئیں۔ بعض نامساعد حالات کے باعث انقلاب کے بعد آپ کو پیرس جلاوطن ہونا پڑا۔ کئی برس قبل معلوم ہوا تھا کہ وہاں آپ عسرت و تنگدستی کی زندگی گزار رہے تھے۔ آپ کی کتب "سبک خراسانی"، "تدوین دیوان ایرج مرزا" اور کچھ دیگر کتب کے مطالعہ سے اور آپ سے براہ راست کسبِ فیض سے آپ کی علمی گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ راقم الحروف کو آپ کا لیکچر (جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں) براہِ راست سننے کا موقع نصیب ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا :

"علامہ اقبال کی شہرت اور ہردلعزیزی کے علاوہ آپ کے خوابوں کی تعبیر کی سچائی (جن کے بارے میں آپ نے ایمان محکم اور اعتماد سے اشارے کئے ہیں) آپ کی وفات کے بعد واضح ہونا شروع ہوئی تھی۔ آج علامہ اقبال پاکستانی اہل ذوق اور اہل علم کے دلوں میں ہی نہیں بلکہ فارسی بولنے والے ہر مردِ مسلمان کی روح اور جان میں بس رہے ہیں۔ اس پر بھی مستزاد یہ کہ آپ اسلام کے ہر فدائی کے دل میں زندہ ہیں۔ اور یہ حالت صدیوں تک قائم رہے گی۔

ہیچ کس رازی کہ من گویم نگفت ہمچو فکرِ من دُرِ معنیٰ نہ سفت
(کسی بھی شخص نے وہ راز نہیں فاش کیا جسے میں نے بیان کیا ہے اور میری فکر کے مطابق کسی نے بھی معنی کے موتی نہیں پروئے۔)

سرِّ عیشِ جاودان خواہی بیا ہم زمین و آسمان خواہی بیا
(ابدی سکون کا راز چاہتا ہے تو آجا۔ زمین اور آسمان چاہتا ہے تو آجا۔)

پیرِ گردون با من این اسرار گفت از ندیمان رازہا نتوان نہفت
(بوڑھے آسمان نے مجھے یہ راز بتائے ہیں اور ایسے راز اپنے ہم محفل ندیموں سے تو چھپائے نہیں جاتے۔)

ملاحظہ فرمائیں کہ شوق و جستجو کی کس قدر قوت اور ایمان کی بے کراں طاقت کو لفظوں کے قالب میں ڈھال کر جان و دل کی دولت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ آپ کے اشعار اس قدر بلند ہیں کہ مجھے یہ کہتے ہوئے ہرگز عار نہیں کہ آپ فردوسی' سنائی' عطار' رومی اور حافظ کے مرتبہ کے عظیم شاعر ہیں۔ اقبال کی یہ خصوصیت کیا کم ہے کہ آپ ان بزرگوں کی وفات کے طویل عرصہ بعد اس دنیا میں آئے اور تنہا ہی آسمان فکر و نظر پر پرواز فرماتے رہے ہیں۔ آپ نے اپنے زمانے کے مخصوص حالات اور مسائل کا حل پیش کیا ہے"۔

جناب استاد کے بچے تُلے الفاظ بھی انقلاب کی جانب اشارہ کرنے کو کافی تھے اور آپ کے خطاب سے یہ تو محسوس ہوتا ہی تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

زندگی و فلسفہ و نظریاتِ سیاسی انقلاب

یہ مقالہ جناب سید غلام رضا سعیدی کا تھا جو شاہ کے آخری ایام میں ایران کے اہم ادیبوں اور دانشوروں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے مقالہ کے مطابق علامہ اقبال نے شاعری کو تفریح طبع کے لئے نہیں بلکہ عوام اور ملّتِ اسلامیہ کو وجدان عطا کرنے کے لئے استعمال کیا۔ انہوں نے زندہ و جاوید اسلامی حقائق کی تشریح و تفسیر کو مقصدِ حیات بنایا تاکہ نور و ظلمت کے مابین ابدی جنگ میں روشنی کو پھیلایا جاسکے۔ اس مقابلہ میں آپ نے "خلافتِ الٰہی" کے موضوع پر بھی بحث فرمائی ہے۔ علامہ اقبال کے انسانی فطرت میں موجود عظیم ترین طاقت یعنی خودی کو علم و معرفت کی آمیزش سے ایک ایسی جہت عطا کی جا سکتی ہے جس کے مطابق فکر و عمل اور عقل و بصیرت کی راہیں متعین کی جاسکتی ہیں۔ خدا کا خلیفہ دراصل اس دنیا کی روح ہے۔ وہ خدا کا سایہ ہے اور تمام امور کے کلی اور جزوی اسرار کا رازدان ہے۔ وہ خدا کے فرمان کو اس زمین پر رائج کرتا ہے اور غیراللہ کی اطاعت کی بساط کو الٹ دیتا ہے۔ وہ ایک نئے جہان کی تعمیر کرتا ہے اس کے تصور اور ارادے سے دنیا میں نئے نقوش ابھرتے ہیں اور اقبال ایسی ہی شخصیت کو "مرد مومن" کا خطاب دیتے ہیں۔ اس کی انفرادیت اور ہمہ گیر شخصیت اسے خدا کا مقرب بنادیتی ہے۔

وہ جہان میں گم نہیں ہوتا ہے بلکہ جہان اس میں سما جاتا ہے۔ یہی مردِ کامل خدا سے اشتراکِ کار کا مقام حاصل کرلیتا ہے۔ انسانِ کامل کی خصوصیات عشق' استقامت' صبر' صداقت' اطاعت' استعداد اور خلاقیت ہیں۔

اس کے بعد آپ "نظریاتِ سیاسی اقبال" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ ۱۹۰۵ء (یورپ جانے سے پہلے) تک آپ وطنیت اور ہندوستان کی جغرافیائی وحدت اور خصائص سے متاثر نظر آتے ہیں لیکن ۱۹۰۸ء (وطن لوٹنے) کے بعد سے آپ وحدتِ عالمِ اسلامی کے داعی بن جاتے ہیں۔ اب آپ رنگ و نسل' طبقہ و قوم' قبیلہ اور معاشرتی حیثیت سے بالاتر ہو کر ملت اسلامی کے مسائل کا حل پیش فرماتے ہیں۔ آپ کے ہاں توحید سے مراد انسانی معاشرے کا معنوی اور روحانی اتحاد ہے اور مشترک روابط اس کی اصل بنیاد ہیں۔

ایک روحانی' اسلامی قیادت ہی توحید کی بنیاد پر ایک صحیح اجتماعی نظام قائم کر سکتی ہے۔ توحید ہی آئین کی بنیاد ہے اور ایک مشترک روحانی مرکز کا قیام بھی ضروری ہے۔ انہی بنیادوں پر کام کرتے ہوئے فطرت کی توانائیوں کی تسخیر سے اسلام کی لازوال شوکت وعظمت کا احیاء ممکن ہے جسے انحطاط اور زوال کے خطرات سے محفوظ رکھا جاسکے۔ آخر میں آپ امیر شکیب ارسلان کا ایک جملہ نقل فرماتے ہیں جس کے مطابق "ان ہزار برسوں میں عالم اسلام میں اقبال کے پائے کا کوئی عظیم اسلامی مفکر پیدا نہیں ہو سکا۔"

اسی کتاب میں آپ کا مقالہ "روحِ فرہنگِ اسلام" یعنی "اسلامی ثقافت کی روح" بھی موجود ہے جس کے بارے میں مزید بحث یہاں اختصار کے باعث کرنے سے معذرت خواہ ہیں۔

غرب و شرق در اشعارِ اقبال

یہ مقالہ جناب فریدون بدرہ ای کا ہے۔ اس کے مطابق ہمارے صوفیاء کے ہاں خصوصاً مولانا روم کی زبان میں مغرب سے مراد تاریکی اور ظلمت اور غروب آفتاب کی سرزمین ہے اور مشرق سے مراد روشنی اور طلوع آفتاب اور مرکزِ اشراق وانوار ہے'

لیکن علامہ اقبال کے ہاں مغرب سے مراد یورپ ہے جہاں انسان ہی قوت اور طاقت کا منبع ہے اور وہی صاحبِ ارادہ و مختار ہے لیکن مشرقی افکار کا سرچشمہ اسلام ہے اور اس کے مطابق انسان اشرف المخلوقات اور تمام موجودات کا نقطۂ اختتام ہے۔ تمام عالم وجود جو افلاک و عناصر پر محیط ہے اور اس کی علوی اور سفلی جہتیں انسان کی تخلیق کا پیش خیمہ ہیں، لیکن انسان کے تمام تر احترام کا سرچشمہ انسان کا خالق حقیقی سے رابطہ ہے اور اسی تعلق کی بنیاد پر زندگی، وجود، تاریخ اور تمدن کی اہمیت ہے اور یہی جو ہر انسان کو دنیا میں خدا کا خلیفہ بنانے میں مددگار و معاون ثابت ہوتا ہے۔

غربیاں را زیرکی سازِ حیات ۔۔۔ شرقیان را عشق رازِ کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس ۔۔۔ کارِ عشق از زیرکی محکم اساس
شعلۂ افرنگیان نم خوردہ ایست ۔۔۔ چشمِ شان صاحب نظر دل مردہ ایست!
زخمہا خوردند از شمشیرِ خویش ۔۔۔ بسمل افتادند چون نخچیرِ خویش!
سوز و مستی را مجو از تاکِ شاں ۔۔۔ عصرِ دیگر نیست در افلاکِ شاں!
زندگی را سوز و ساز از نارِ تست ۔۔۔ عالمِ نو آفریدن کارِ تست

(اہل مغرب کے ہاں زندگی کے ساز و سامان کی اساس عقل ہے لیکن اہل مشرق کا عشق کائنات کے سربستہ راز افشاء کرنے کی خصوصیت کا حامل ہے۔ عقل اگر کبھی حق کو پہچانتی بھی ہے تو عشق کے باعث۔ اور عشق کی بنیاد بھی کبھی کبھار عقل سے مستحکم ہوتی ہے۔ اہل یورپ کا شعلہ ٹھنڈا ہو چکا ہے اگرچہ ان کی آنکھ روشن ہے لیکن دل مردہ ہے۔ وہ اپنی ہی تلوار سے زخم خوردہ ہیں اور شدید زخمی ہو کر اپنا ہی شکار ہو چکے ہیں۔ ان کے شراب میں نہ تو سوز و مستی ہے اور نہ ہی ان کے آسمانوں سے نئے جہان دریافت ہو سکتے ہیں۔ اے اہل مشرق! زندگی کا سوز و ساز تمہاری آگ اور گرمی کا مرہون منت ہے اور نئے جہانوں کی بنیاد رکھنا تمہارا ہی کام ہے۔)

علامہ اقبال نے اہل مشرق کو جو فخر عطا کیا ہے اس نے اہل مشرق کو ایک اعتماد اور جرأت و عمل کی راہوں کا ذوق عطا کیا ہے اور انہیں مغرب کے چنگل سے رہائی کی راہ دکھائی ہے۔

پیامِ اقبال (مشرق کا عظیم مفکر)

یہ مقالہ جناب احمد احمدی بیرجندی (مشہد) کا تھا۔ آپ کے مقالہ کے مطابق علامہ

اقبال کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ایک عظیم تحقیقی اور اجتہادی کاوش ہے اور آپ کی سرزمین ایران اور وہاں کے افکار سے محبت کا مظہر ہے۔ اس مقالہ میں علامہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ایران کے عوام کا سب سے اہم فکری اور روحانی امتیاز فلسفیانہ تصورات میں ان کی دلچسپی ہے"۔ آپ نے اپنی ہم مذہب مشرقی اقوام کو خطاب کیا ہے اور انہیں بیداری کا پیغام دیا ہے۔ آپ کے نظریات کے مطابق آزادی انسان کا حق ہے اور وہ اسی ماحول میں زندہ رہ سکتا ہے جس میں اسے کسی کی غلامی پر مجبور نہ کیا جائے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ سے دلی عقیدت تھی۔ آپ کو ملّتِ ایران اور فارسی زبان سے مضبوط تعلق تھا۔ آپ نے جمال الدین افغانیؒ کی طرح مسلمان اقوام کو استعماری اور سامراجی نوآبادیاتی نظام کے شکنجے سے آزاد کروانے کی جنگ لڑی اور وحدت عالم اسلامی کی راہ ہموار فرمادی۔ آپ نے اسلام کے ابدی مساوات کے اصولوں کا درس دیا۔ علامہ اقبال نے مشرق کے مظلوم عوام کو امید اور جرأت عطا کی :

نشود نصیب جانت کہ دمے قرار گیرد　　تب و تابِ زندگانی بتو آشکار بادا

(خدا کرے کہ تیری جان کو ایک لمحے کا سکون بھی نصیب نہ ہو اور زندگی کے تب و تاب کا راز تم پر آشکار ہو جائے۔)

تپش است زندگانی، تپش است جاودانی　　ہمہ ذرہ ہائے خاکم دلِ بے قرار بادا

(تڑپنے کا نام ہی زندگی ہے اور تڑپ ہی حیات جاوید کا راز ہے۔ خدا کرے کہ میری مٹی کے ہر ذرے کو بے قرار دل کی صورت عطا ہو جائے۔)

آج ہم اس مقام پر اور اس جگہ (یعنی مشہد) پر اقبال کی یاد میں اپنی آواز بلند کر رہے ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ ہمارے ہم وطن ایرانی جہاں بھی ہوں اقبال کی آتش نغمات پر توجہ مبذول کر دیں اور آپ کے اشعار کی آگ سے اپنی جانوں میں روشنی اور گرمی پیدا کریں۔ ہم اس دن کی امید میں جی رہے ہیں جب ایرانی قوم اقبال کے شعر و فکر سے صحیح معنوں میں آشنا ہو سکے گی۔ (یاد رہے کہ یہ پیغام انقلاب سے ایک دو برس قبل کا ہے)

اس کے علاوہ اس مجموعے میں دیگر مضامین کی بھی بھرمار ہے۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ واضح کرنا تھا کہ انقلاب سے قبل ایران میں سرکاری سطح پر بھی علامہ اقبال کے

بارے میں کام ہو رہا تھا اور تمام دانشور اور ادباء آپ کے کلام کی روح سے آشنا ہو چکے تھے اور آپ کا پیغام علمی محفلوں میں عام ہو رہا تھا۔ جناب فضل اللہ رضا (جو اُن دنوں شاہی ایران کے یونیسکو میں مستقل مندوب تھے اور اقبال شناسی میں بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے) کی کتاب "محمد اقبال" ہمارے ہاتھوں میں ہے جو موصوف نے پیرس میں تحریر فرمائی تھی اور تہران سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں علامہ اقبال کے حالات زندگی کے علاوہ آپ کے مختلف فکری پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ایک اہم باب بُت شکنی پر ہے' ایک آپ کی اسلامی فکر کے بارے میں ہے اور آخری باب کا عنوان ہے "آزادی و وارستگی"۔ اس باب میں مؤلف رقمطراز ہیں کہ جن لوگوں نے علامہ اقبال کو اس دور کا اہم ترین اسلامی مفکر قرار دیا ہے انہوں نے کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔ ان کی سب سے اہم چیز جو قارئین کے دلوں کو موہ لیتی ہے وہ سادگی اور آزادگی ہے۔ وہ ایک ایسے درویش اور عظیم صوفی منش انسان تھے جو زر و دولت اور مال و جاہ کی آرزو سے مبرا تھے۔ وہ ایک سادہ سے گھر میں چند کتابوں اور سوچوں کی دنیا کے ہمراہ زندگی گزار رہے تھے۔ وہ زیادہ سوچتے اور پڑھتے تھے اور کم لکھتے تھے۔ آخری لحاتِ زندگی میں بھی فارسی شعر کہہ کر انہوں نے خود کو نظریاتی اعتبار سے ایک ایرانی فلسفی اور شاعر ثابت کر دیا۔ آپ کا اصل سرمایہ آپ کا تقویٰ تھا۔ آپ نے ایک شکست خوردہ اور مضمحل انسان کی طرح مغرب کی چکا چوند کرنے والی روشن تہذیب کے سامنے نہ ہی احساسِ ندامت کا اظہار کیا اور نہ ہی خود کو بے مایہ اور حقیر تصور کیا۔ آپ ایک دلیر شاعر تھے جنھوں نے عوام کو حرکت اور جرأت کا راستہ دکھایا اور نئے جہان کی تلاش میں سرگرم کیا۔ آپ نے ثابت کیا کہ مغربی تہذیب اور ہوسِ مال و زر زندگی کا مقصد نہیں۔ آپ نے اسلام کے تہورانہ پہلوؤں کی نشاندہی اس انداز میں کی کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اسلام کے ابتدائی دور کے مجاہدین کی تلوار کے ٹکرانے کی آوازیں اور چکا چوند چمک ان کے سامنے تھی۔ میری زندگی کی یہ آرزو رہی کہ آپ کے نظریات اور افکار کو ایران میں روشناس کرواسکوں تاکہ آزادی کا درس اور اسلامی ثقافت کے نقوش اس غیور ملت کے سامنے واضح ہو سکیں۔

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ   عشق کاریست کہ بے آہ و فغان نیز کنند

(میں نے یہ آہیں اس لئے بھریں اور اپنا نالہ بلند کیا کہ تو بیدار ہو سکے ورنہ عشق تو ایسا کام ہے کہ آہ و فغان کے بغیر بھی ممکن ہے۔)

انقلاب کی آمد آمد

اب انقلاب کی آمد آمد تھی۔ اقبال کا کلام مصدق جیسے محب وطن کی آواز میں عوام کے دل کی دھڑکن بن چکا تھا۔ بہار، خطیبی اور جعفر محجوب جیسے ادباء اور اساتذہ کے توسط سے آپ کا پیغام اہل علم و ادب و شعر کی محفلوں میں گونج رہا تھا، صادق سرمد جیسے عظیم قومی شاعر کی زبان سے ادا ہو کر عوامی شاعری میں سرایت کر چکا تھا، احمد سروش جیسے عوامی افراد کی زبان پر آپ کا کلام جاری و ساری ہو کر لوگوں کے لبوں پر موجود تھا۔ اسی طرح حکومت، حزب مخالف، نوجوانوں کے گروہوں اور اخبارات و مجلات میں اقبال کا کلام اپنے اثرات کے ہمراہ پورے طمطراق کے ساتھ موجود تھا۔ جناب علی شریعتی کے خطبات کی گرمی اور چاشنی اقبال کے شعر و فکر پر قائم تھی اور اقبال کے انقلابی نغمات ہر طرف گونج رہے تھے۔ راقم الحروف کو کئی نوجوانوں نے بتایا کہ ہم لوگ ایک عرصہ تک تو علامہ اقبال کو ایران کا فرزند ہی سمجھتے رہے ہیں اور ہمیں صرف اقبال لاہوری کے نام میں لاہور کے لفظ پر تعجب ہوتا تھا۔ اور کچھ نوجوان تو واقعی لاہور کو بھی ایران کے نقشے میں تلاش کرنے کی کوشش میں مگن تھے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ علامہ اقبال قیودِ زمان و مکان سے آزاد تھے، آپ استبداد، شخصی بادشاہت کے فرعونی نظام اور استحصال کے دشمن تھے۔ آپ روشنیوں کے امین تھے اور یہ روشنی ملت ایران کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔ واقعی اس خستہ حال اور دبی ہوئی قوم کو ایک روشنی، گرمی، حرارت اور نغمے کی ضرورت تھی۔

باضعیفان گاہ نیروی پلنگان می دہند   شعلۂ شاید برون آید زفانوسِ حباب!

انقلاب! انقلاب! ای انقلاب!

(کبھی کبھی کمزوروں کو شیروں کی طاقت عطا ہو جاتی ہے اور بلبلوں کے فانوس سے شعلے اُٹھنے لگ جاتے ہیں۔ انقلاب! انقلاب! اے انقلاب!)

دراصل علامہ اقبال کے کلام کی ایران میں ترویج اور اشاعت ہمیں مشیت ایزدی محسوس ہوتی ہے کیونکہ ایران میں شاہی ادوار میں اس طرح کے انقلابی خیالات کا اظہار قطعی طور پر ناممکن تھا اور اگر یہی خیالات کسی ایرانی مفکر نے پیش کئے ہوتے تو اسے یا تو ختم کروا دیا جاتا یا اس کی کتب کو تلف کروا دیا جاتا۔ علامہ اقبال ایران سے باہر لاہور میں اپنے کلام و افکار کو مرتب فرماتے رہے اور جب یہ ایران پہنچنا شروع ہوئے تو ساوک اور شاہ کے کارندوں نے شروع شروع میں اسے کسی ہندی یا پاکستانی شاعر کی عاشقانہ غزلیات اور نغمات سمجھ کر ان سے تعرض کیا۔ پھر پاکستان کی جانب سے سرکاری طور پر بھی فکر اقبال کی ترویج ہوئی۔ ایران میں روشن فکر علماء اور نوجوانوں نے آہستہ آہستہ اس فکر میں انقلاب کی روشنی دیکھنا شروع کی اور انہیں ذہن و قلب کے دریچے کھلتے ہوئے نظر آنا شروع ہوئے۔ کمیونسٹوں نے فکر اقبال کو اپنے زاویہ نگاہ سے لینا شروع کیا اور خالص خانقاہی اور مذہبی حلقوں کو اس میں اپنی مرضی کا مواد ملنا شروع ہوا۔ اسی طرح ڈاکٹر شریعتی جیسے دانشوروں کو اپنے افکار کی وضاحت کے لئے ایک سرچشمہ فکر عطا ہو گیا۔ پھر فکر اقبال کے وہ پہلو بھی واضح ہونا شروع ہوئے جو برصغیر کے مفکرین اور شارحین اقبال کی نگاہوں سے ابھی تک اوجھل رہے تھے۔ سرکاری سطح پر بھی مسلسل کلامِ اقبال کی اشاعت ہوتی رہی۔

ایک چیز جو ہمیں متاثر کرتی ہے وہ یہ کہ جب علامہ اقبال شعر کہتے ہیں تو ہمیں خالصتاً ایرانی شخصیت نظر آتے ہیں۔ بقول سروش عرفانی اگر ہم تناسخ روح کے قائل ہوتے تو ہم کسی ایرانی شاعر یا مفکر کا دوسرا جنم اقبال کی صورت میں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن چونکہ ہم ان کافرانہ نظریات کے منکر ہیں اس لئے ہمیں کہتے ہوئے عار محسوس نہیں ہوتی کہ علامہ اقبال الہامی کیفیت میں شعر کہتے تھے اور الہام کی حالت میں آپ خود کو ایران میں محسوس فرماتے:

من از بود و نبودِ خود خموشم　　اگر گویم کہ ہستم خود پرستم
ولیکن این نوای سادۂ کیست　　کسی در سینہ می گوید کہ ہستم

(میں اپنے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ اگر کہوں کہ

میرا وجود ہے تو مجھ پر خود پرستی کا الزام آجائے گا' لیکن یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ سادہ سی آواز جو میرے اندر سے اٹھ رہی ہے وہ کس کی ہے۔ کوئی نہ کوئی میرے سینے میں موجود ضرور ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں ہوں اور موجود ہوں۔)

یہاں پر ہمیں منوچہر طالقانی کے چند شعر بیان کرنے میں کوئی قباحت دکھائی نہیں دیتی۔

من عارفی و عالمی و سائسی بزرگ چون حضرتش بہ عرصہ دوران ندیدہ ام
(میں نے حضرت اقبال کے پائے کا کوئی شخص اس دور میں اس قدر عظیم عارف' عالم اور سیاستدان نہیں دیکھا ہے۔)

بیشک بہ دورِ فتنہ عصرِ روان ازو آگہ تری بہ مسلک قرآن ندیدہ ام
(بلاشک و تردید اس موجود دور کے فتنہ و آشوب میں آپ سے بڑھ کر مسلک قرآن کا رازدان مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔)

شعری کہ شاعرش نبود پارسی زباں اینساں روان چوں چشمہ حیوان ندیدہ ام
(ایک ایسے شاعر کا فارسی شعر میں نے آب حیات کے چشمہ کی طرح رواں کبھی نہیں دیکھا جس کی مادری زبان فارسی نہ ہو۔)

اسی طرح ہم جناب علی صدارت نسیم کے چند اشعار یہاں پیش کرتے ہیں۔

شاہبازی کہ زیرِ شہپرِ او باختر تا بہ خاوران دیدم
(اقبال وہ شاہین ہیں جن کے پروں تک مشرق سے مغرب تک کی سرزمین ہے۔)

زیر ہر بیتی از سفینہ ء او ژرف دریای بیکران دیدم
(آپ کے کلام کے ہر شعر کی گہرائی میں مجھے ایک بیکران اور گہرا سمندر نظر آتا ہے۔)

فرخا کاروانِ نہضتِ شرق کہ در امیرِ کاروان دیدم
(مشرق کی تحریک آزادی و حریت کا کاروان مبارک ہو جس کا میر کارواں مجھے اقبال کی صورت میں نظر آتا ہے۔)

دودمانی است خاور و او را سروسالارِ دودمان دیدم
(مشرق ایک خاندان ہے اور آپ اس خاندان کے سربراہ اور سالار ہیں۔)

مجدِ اسلام و رستگاری ء شرق در جہان اینش آرمان دیدم
(آپ کی دلی خواہش یہی تھی کہ اس جہان میں اسلام کا احیاء ہو اور اس کی عظمت کا

دور دورہ ہو کر مشرق غلامی اور استبداد کے شکنجوں سے نجات پا سکے۔)

شرق را زد صلای استقلال رستخیزی بپا از آن دیدم
(آپ نے مشرق کو آزادی کا جو درس دیا تھا اس کے باعث ایک قیادت برپا ہو چکی ہے۔

خاکِ لاہور را بہ اقبالش بر مہ و ہور سرگران دیدم
(آپ کے بلند اقبال کے باعث لاہور کی خاک بھی چاند اور سورج سے زیادہ عظیم ہو چکی ہے۔)

اسی طرح انقلاب سے ذرا پہلے جناب کاظم رجوی نے اقبال کو بہترین الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

گاہ با تجدیدِ افکارِ مسلمانی کند چشمِ گیتی خیرہ از اسلام و از اعمالِ اُو
(آپ کبھی تو اسلام کے افکار کی تجدید کر کے دنیا کی آنکھ کو اسلام اور اس کے عقائد و اعمال کی روشنی سے خیرہ کر دیتے ہیں۔)

می ستاید از دل و جان، دینِ حقِ مصطفیٰ می سپارد راہِ نیک مرتضیٰ و آلِ اُو
(آپ دل و جان سے رسول اللہ ﷺ کے دین کی تعریف و تمجید میں رطب اللسان ہیں اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی آل کی پُر خطر راہوں کے مسافر بن کر میدانِ عمل میں نکل آتے ہیں۔)

روحِ او ایرانی است و گفتہ ہایش پارسی است فیض ہا در یافتہ از چشمۂ سیالِ اُو
(آپ کی روح ایرانی ہے اور آپ کا کلام فارسی ہے، اسی لئے ہماری ملت ان کے چشمہ زلال سے سیراب ہو رہی ہے۔)

مولوی و سعدی و حافظ تجلی کردہ اند درہمہ افکار و در آمال و در امیالِ اُو
(آپ کے تمام افکار، آرزوؤں اور جذبات میں مولانا رومؒ، شیخ سعدی شیرازیؒ اور حافظ شیرازیؒ کی تجلیات عود کر آتی ہیں۔)

حکمتِ یزدانی ایران زمین چون مطلعی است کز ہمانجا شد فروزان اخترِ اقبالِ اُو
(ایران کی اسلامی اور خدائی حکمت ایک مطلع کی طرح ہے، جہاں سے علامہ اقبال جیسا چمکتا ہوا ستارہ طلوع ہوا ہے۔)

مندرجہ بالا اشعار کے مطالعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کی وفات کے

چالیس برس بعد (۱۹۷۸ء کے لگ بھگ) آپ کی ایرانی روح ایران میں جلوہ گر ہو چکی تھی اور آپ کا کلام ہر جگہ پہنچ چکا تھا۔ یہاں ایک دلچسپ واقعے کا ذکر دلچسپی کا باعث ہو گا۔ راقم الحروف کو ایران جانے سے قبل جناب عرفانی مرحوم نے بتایا ہوا تھا کہ ایرانی قوم میں بہائیت کے خلاف جو جذبات موجود ہیں ان کے باعث وہاں طاہرہ قراۃ العین (ایک مشہور بابی شاعرہ) کا ذکر مناسب نہیں ہو گا۔ ہرچند کہ ایران میں طاہرہ کے اشعار کو چھپنے نہیں دیا گیا لیکن مشہور بہائی مصنفہ مارتھا روٹ (امریکی خاتون) نے اس صدی کے آغاز میں چپکے سے ایران اور ہندوستان کا سفر کیا تھا اور اپنے قزوین میں قیام کے دوران اس کے ہاتھ طاہرہ کی کچھ غزلیات بھی لگی تھیں جنہیں اس نے اپنی انگریزی کتاب "طاہرہ" کے اختتام پر شامل کیا ہے۔ وہ لکھتی ہے کہ بمبئی میں اس کی ملاقات سروجنی نائیڈو سے ہوئی اور سروجنی نائیڈو نے اس سے طاہرہ کی غزلیات کو نقل کرنے کی اجازت طلب کی جو موصوفہ نے مشہور فارسی شاعر ڈاکٹر سر محمد اقبال کی خدمت میں پیش کرنا تھیں۔ یہ غزلیات علامہ تک پہنچیں تو آپ نے طاہرہ کی بے چین روح کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مشہور غزل نقل کی جس کا مطلع ہے ؎

گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ رو بہ رو   شرح دہم غم ترا نکتہ بہ نکتہ مو بمو

(اگر میری نظر تجھ پر اس طرح پڑے کہ میں تیرے روبہ رو ہوں اور تیرے چہرے کے سامنے میرا چہرہ ہو تو میں تمہیں اپنے غم کی بابت اس طرح شرح و بسط سے بیان کروں کہ تمام نکات اور رموز واضح ہو جائیں۔)

اس مقام پر اقبال نے اسے غالب اور حلاج کے ہمراہ ایک ایسی روح قرار دیا ہے جسے جنت تو نصیب نہ ہوئی لیکن حیاتِ جاودان حاصل ہو گئی۔ یہ ذکر آپ نے جاوید نامہ میں کیا ہے۔ راقم الحروف نے مقدور بھر اس کا ذکر کرنے سے تعرض کیا۔

انہی دونوں (۱۹۷۸ء میں) حیدر آباد سندھ کے مشہور فارسی کے پروفیسر جناب حضور احمد سلیم بھی تہران کا دورہ فرما رہے تھے اور ہم اکٹھے ہی کتابخانہ ملی (قومی لائبریری) پہنچے جہاں ہماری راہنمائی عبداللہ مظاہری (سابق کلچرل کونسلر ایران در اسلام آباد) نے فرمائی۔ یہ ایک عظیم ترین کتاب خانہ ہے جہاں قلمی نسخوں اور نادر کتب کے انبار موجود

ہیں۔ یہاں ہماری ملاقات ایران کے مشہور فلسفی جناب عبداللہ انوار مشکوٰۃ سے ہوئی جن سے جناب عبداللہ آرین پور نے علامہ اقبال کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے فارسی ترجمہ میں مددلی تھی۔ ان کے سامنے پروفیسر حضور احمد سلیم نے طاہرہ کا ذکر کر دیا اور اس کی جاوید نامہ میں موجود غزل کے بارے میں گفتگو شروع کر دی۔ جناب انوار مشکوٰۃ تو غصّے سے آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے ہاں اقبال نے اس کافرہ کی تعریف کی ہے اور اس بابی عورت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اس موقع پر کتاب خانہ میں موجود بہت سے اسکالر شور سن کر جمع ہو گئے۔ جناب مشکوٰۃ نے اقبال کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ آخر میں آپ نے یہ کہا ہے کہ ایرانی قوم اب مایوسی کا شکار ہو کر بہائیت کی جانب مائل ہو رہی ہے اور یہ کہ اقبال ایک عظیم شاعر ضرور تھے مگر فلسفی ہرگز نہیں تھے۔ راقم الحروف نے دیکھا کہ حاضرین سیخ پا ہو رہے ہیں اور بالآخر ضبط کا بندھن ٹوٹا تو نوجوان اسکالرز نے جناب مشکوٰۃ کو خاموش کروا دیا اور کہا کہ آپ اقبال لاہوری کی شان میں گستاخی سے باز رہیں اور عظیم شاعر مشرق کے بارے میں زبان مت کھولیں۔ اس پر ناچیز نے ۱۹۰۵ء-۱۹۰۸ء کے ایران کے حالات اور قاچاری دور کے آخر کی سیاسی اور سماجی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے اس مایوسی کی جانب توجہ دلائی جس دور میں جرمنی اور انگلستان میں بیٹھ کر اقبال فکر ایرانی کے احیاء کی بات کر رہے تھے اور پھر اقبال کے وہ شعر سنائے جو انہوں نے بہاء اللہ کی نبوت کی مخالفت میں کہے ہیں اور کہا کہ آپ نے تو طاہرہ کی بے چین روح کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس کی بے چین روح غلامی اور گھٹن کے دور میں ایک احتجاجی صدا کی صورت میں ابھری اور پھر موت کا گھونٹ پی لیا لیکن اپنی آواز کو دبا نہ سکی۔ ہم اس کے افکار پر نہیں بلکہ اس کے اس فعل پر بحث کرتے ہیں جو غلامی کے خلاف ایک آن کی لہر کی صورت میں جلوہ گر ہوئی تھی، جس نے ایک عظیم طوفان کی صورت اختیار کر کے بادشاہت کے وجود کے لئے ایک خطرناک چیلنج کی صورت اختیار کر لی تھی۔ تاہم ان سب پہلوؤں کے باوجود اقبال نے نہ تو اس کے مذہبی نظریات سے اتفاق کیا ہے اور نہ ہی اس کی تعریف کی ہے۔ ناچیز کے اس بیان کی حمایت تمام حاضرین نے کی، خصوصاً جب انہیں بیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کے ایران کے حالات کی منظر کشی کی

گئی۔ اس موقع پر اقبال کے پیغام سے والہانہ عقیدت کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔

اگلے دن دانش گاہ آموزش معلم میں جناب پروفیسر جعفر مجوب سے ملاقات ہوئی اور آپ سے گزشتہ روز کے واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کی اور شکایت کی کہ آپ کے لاہور میں دیئے گئے دسمبر ۱۹۷۷ء کے لیکچر (بلندی شعر اقبال) کے برعکس جناب مشکوٰۃ کے خیالات سن کر دکھ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک فرد واحد کی رائے تو ہو سکتی ہے' خصوصاً جب ایک دم وہ بہائیت یا بابیت کے بارے میں کہے گئے کسی بھی جملے سے وقتی طور پر مشتعل ہو گیا ہو' اسے آپ ملت ایران کی رائے قرار نہیں دے سکتے' کیونکہ ملت ایران کی وہی رائے ہے جس کا اظہار میں نے لاہور میں کیا تھا۔ اور پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا پاکستان میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو علامہ اقبال کے افکار کے تصورات کی تضحیک کا مرتکب نہ ہوتا ہو تو ناچیز کا جواب تھا کہ ایسے کچھ لوگ تو ہیں۔ اس پر موصوف نے فرمایا کہ ایران میں ایسے لوگ اور بھی کم ہوں گے اور پھر فکر اقبال کے ایران پر موجود اثرات کے بارے میں مزید وضاحت کی۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جناب پروفیسر جعفر مجوب' جناب محمد حسین خطیبی کے شاگرد تھے جو ملک الشعراء محمد تقی بہار کے شاگرد اور جانشین تھے اور یہ گروہ شروع سے ہی علامہ اقبال کا مداح اور مؤید تھا اور بہار کے ہاں تو رسول اللہ ﷺ کے چاروں اصحاب (خلفائے راشدین) کی تعریف میں شعر ملتے ہیں۔ اور آپ شیعیت صفوی کے اہم ترین ناقدین میں شمار ہوتے تھے اس لئے اس مکتبہ فکر کی علامہ اقبال سے محبت اور لازوال عقیدت کی تو بات ہی اور تھی۔

اس ایک انفرادی واقعہ کے علاوہ ایران کے طول و عرض میں حضرت اقبال سے ایرانی قوم کے جوانوں' مفکرین' شعراء' صحافی حضرات اور صاحبانِ اقتدار کے حلقوں میں یکساں طور پر علامہ اقبال سے عقیدت کا ثبوت ملتا تھا لیکن علامہ کی انقلابی روح ایک آتش مواج کی طرح ایرانی قوم کی نئی جہتوں کا تعین کر رہی تھی۔

(جاری ہے)

افکار و آراء

جناب چیف ایگزیکٹو آف اسلامی جمہوریہ پاکستان' پرویز مشرف صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں آپ سے اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہ معرکہ کارگل سے قوم کا مورال اتنا بلند ہوا تھا کہ اب مکار دشمن ہندو کی گردن دبوچ لی گئی ہے' اس کی چار پانچ لاکھ فوج مفلوج ہو جائے گی اور سیاچن کا مسئلہ خود بخود اپنی موت مرجائے گا۔ لیکن بدقسمتی سے سانحہ اعلانِ واشنگٹن نے قوم کو انتہائی مایوس کر دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پاکستان مکار دشمنوں امریکی' ہندو و یہودی سازش کا نشانہ (خدانہ کرے) بننے والا ہے۔ لیکن ۱۲/اکتوبر کی فوجی کارروائی سے ملک ایک بار پھر بربادی کے گڑھے میں گرنے سے بچ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ زندگی عطا کی ہے' ورنہ آپ دوسرے دو سو مسافروں سمیت موت اور زندگی سے صرف سات منٹ کے فاصلے پر تھے۔ اس سے پہلے بھی چونڈہ کے محاذ پر آپ شدید زخمی ہوئے۔ ایک سپاہی نے آپ کو ہسپتال پہنچایا جس کا اعتراف آپ نے کیا تھا کہ اگر وہ سپاہی مجھے نہ لاتا تو آج میں زندہ نہ ہوتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ضرور کوئی کام لینا ہے۔ میری اپنی ایک سوچ ہے' مجھے یقین ہے کہ پاکستان کی تقدیر کوئی (سیاست دان نہیں) جرنیل ہی بدلے گا۔ شاید یہ جرنیل آپ ہی ہوں۔

جناب جنرل صاحب! اب مملکت خداداد پاکستان کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کی ہے۔ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق قیامت سے پہلے دین اسلام کو پورے کرۂ ارض پر غالب ہونا ہے۔ جس کی ابتداء پاکستان اور افغانستان (علاقہ خراسان کا ذکر ہے) ہو گی۔ جناب میں اپنے اظہار کو طویل نہیں کرنا چاہتا۔ مختصر یہ کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اور اسلام کے نام پر ہی قائم رہ سکے گا۔ کوئی اور فلسفہ (امپیریل ازم' کمیونزم' فیوڈل ازم' سرمایہ داری نظام یا سودی نظام) اسے قائم نہیں رکھ سکتا۔ اللہ کا نام لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ادھورے چھوڑے ہوئے مشن کا پاکستان سے آغاز کریں۔ ان شاء اللہ خدا آپ کے ساتھ ہو گا۔

آپ کا دعاگو

رانا منیر احمد

گلشن دادن خان مری روڈ

راولپنڈی

نگاہِ واپسیں

اشاریہ ماہنامہ ”میثاق“

جنوری ۱۹۹۸ء تا دسمبر ۱۹۹۹ء (جلد ۴۷، ۴۸)

مرتّب : انور کمال میو

○

فرائضِ دینی، اسلامی انقلاب اور نظامِ خلافت

اسرار احمد، ڈاکٹر

فریضہ اقامت دین کی اہمیت اور اس کے لئے مطلوبہ جماعت کے لازمی اوصاف — جولائی ۹۸ء ص ۷

پاکستان میں اسلامی انقلاب — کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ (۱) — جنوری ۹۹ء ص ۵

پاکستان میں اسلامی انقلاب — کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ (۲) — فروری ۹۹ء ص ۴۱

محمد رشید عمر

انقلاب کا نبوی منہاج — جون ۹۹ء ص ۲۱

دشمنانِ اسلام کی آخری یلغار اور اس کا مقابلہ — دسمبر ۹۹ء ص ۳۱

منہج انقلابِ نبویؐ

اسرار احمد، ڈاکٹر

قسط ۲ : انقلابی جدوجہد کے لوازم و مراحل — اور انقلاب نبوی کے پہلے دو مرحلے : دعوت اور تنظیم — جنوری ۹۸ء ص ۲۸

قسط ۳ : انقلابی تربیت کا نبوی منہاج — فروری ۹۸ء ص ۵

قسط ۴ : تزکیہ و تربیت محمدیؐ کے عناصر سہ گانہ — مارچ ۹۸ء ص ۸

قسط ۵ : تصادم کا مرحلہ اول : صبر محض اور عدم تشدد — اپریل ۹۸ء ص ۷

قسط ۶ : تصادم کا مرحلہ ثانی : اقدام اور چیلنج — جون ۹۸ء ص ۷

قسط ۷ : تصادم کا آخری مرحلہ : مسلح کشمکش — اگست ۹۸ء ص ۲۹

قسط ۸ : مسلح تصادم : احد و احزاب — ستمبر ۹۸ء ص ۷

قسط۹ : اندرونِ عرب تکمیل انقلاب کی تمہید : صلح حدیبیہ — اکتوبر۹۸ء — ص۵
قسط۱۰ : اندرونِ عرب تکمیل انقلاب کی تکمیل : فتح خیبراور فتح مکہ — دسمبر۹۸ء — ص۷
قسط۱۱ : مخالف قوتوں کا آخری قلع قمع I — جنوری۹۹ء — ص۱۵
قسط۱۲ : مخالف قوتوں کا آخری قلع قمع II
انقلابِ محمدیؐ کی توسیع و تصدیر — مارچ۹۹ء — ص۱۷
قسط۱۳ : منہج انقلاب نبویؐ کے حالاتِ حاضرہ پر انطباق کے ضمن میں اقدام
اور مسلح تصادم کا متبادل — قرآن وحدیث کی روشنی میں — اپریل۹۹ء — ص۳۳
منہاج محمدیؐ بمقابلہ منہاج موسویؑ و عیسویؑ — اپریل۹۹ء — ص۹

غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار

محمد صالح المنجد / مترجم : عطاء اللہ ساجد

غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۱) — مارچ۹۸ء — ص۱۹
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۲) — اپریل۹۸ء — ص۳۳
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۳) — مئی۹۸ء — ص۲۷
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۴) — جون۹۸ء — ص۵۸
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۵) — جولائی۹۸ء — ص۶۹
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۶) — اگست۹۸ء — ص۷۵
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۷) — ستمبر۹۸ء — ص۲۹
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۸) — دسمبر۹۸ء — ص۳۹
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۹) — جنوری۹۹ء — ص۶۱
غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۱۰) — مارچ۹۹ء — ص۶۹

سیرت و سوانح

اسرار احمد، ڈاکٹر

شہید مظلوم : حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۱) — اپریل۹۸ء — ص۵۵
شہید مظلوم : حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۲) — مئی۹۸ء — ص۵
شہید مظلوم : حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۳) — جون۹۸ء — ص۳۴
شہید مظلوم : حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۴) — جولائی۹۸ء — ص۳۹
عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۱) — ستمبر۹۹ء — ص۵

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ (۲)	اکتوبر۹۹ء	ص ۱۳

اظہار احمد قریشی

امام شامل ؒ (۴)	جنوری۹۸ء	ص ۷۳
امام شامل ؒ کا طرزِ حکومت	ستمبر۹۸ء	ص ۷۱
امام شامل ؒ کا تابناک کردار	اکتوبر۹۸ء	ص ۷۰

صغریٰ خاکوانی

نبی اکرم ﷺ بحیثیت مدبّر و منتظم	جون۹۹ء	ص ۴۱

محبوب احمد، حافظ

فتنہ ارتداد کی سرکوبی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تاریخی کردار	جون۹۹ء	ص ۳۳

نور احمد شاہتاز

ممتاز شامی ادیب الشیخ علی طنطاوی	ستمبر۹۹ء	ص ۶۷

حقیقت و حکمتِ دین

احتشام الحق تھانوی

"مااُھِلَّ بہٖ لغیر اللّٰہ" کا مفہوم	مئی۹۹ء	ص ۷۱

اسرار احمد، ڈاکٹر

قرآن حکیم کا پیغام، مدنی سورتوں کے مضامین کی روشنی میں	مئی۹۹ء	ص ۷
جہاد فی سبیل اللہ : اصل حقیقت، اہمیت و لزوم اور مراحل و مدارج	نومبر۹۹ء	ص ۹

خورشید احمد گیلانی

دعا	دسمبر۹۸ء	ص ۳۱

رحمت اللہ بٹر

آمد بہار کی ہے...	جنوری۹۸ء	ص ۶۹
ایمانیات ثلاثہ : اصل حاصل اور باہمی تعلق (۱)	جولائی۹۸ء	ص ۳۲
ایمانیات ثلاثہ : اصل حاصل اور باہمی تعلق (۲)	اگست۹۸ء	ص ۶۲
ایمانیات ثلاثہ : اصل حاصل اور باہمی تعلق (۳)	ستمبر۹۸ء	ص ۳۵

محمد سلیمان، حافظ

ایمان و استقامت : آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں	اپریل۹۹ء	ص ۶۹

محمد یونس، کرنل (ر)

دعا کی اہمیت و فضیلت (۱)	اگست ۹۸ء ص ۴۷
دعا کی اہمیت و فضیلت (۲)	ستمبر ۹۸ء ص ۴۹

تذکیر و موعظت

اسرار احمد، ڈاکٹر

متاعِ غرور : دنیاوی زندگی کی حقیقت، قرآن و حدیث کی روشنی میں	جولائی ۹۹ء ص ۱۵

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

فضیلتِ صیام و قیامِ رمضان	جنوری ۹۹ء ص ۳۹

محبوب احمد، حافظ

کل مَن علیھا فان	اگست ۹۸ء ص ۶۷

محمد صالح المنجد / مترجم : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

نماز میں خشوع — حقیقت، اہمیت اور اسباب (۱)	جون ۹۹ء ص ۵۰
نماز میں خشوع — حقیقت، اہمیت اور اسباب (۲)	جولائی ۹۹ء ص ۵۱
نماز میں خشوع — حقیقت، اہمیت اور اسباب (۳)	اگست ۹۹ء ص ۵۲
نماز میں خشوع — حقیقت، اہمیت اور اسباب (۴)	ستمبر ۹۹ء ص ۴۳
نماز میں خشوع — حقیقت، اہمیت اور اسباب (۵)	اکتوبر ۹۹ء ص ۳۷

کل نفس ذَائِقَةُ الموت	فروری ۹۸ء ص ۶۱

اسلامی نظامِ حیات

ابوبکر الجزائری / مترجم : عطاء اللہ ساجد

مسلمان کا طرزِ حیات (کتاب العقائد)

۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان	نومبر ۹۹ء ص ۶۵
۲) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان	دسمبر ۹۹ء ص ۲۱

شاہد حفیظ چوہدری

احکام ستر و حجاب و شرعی پردہ	مئی ۹۹ء ص ۳۱

محمد آصف ہزاروی
اسلامی نظامِ اخلاق اور ہماری ذمہ داریاں — جون ۹۸ء — ص ۴۹

نور احمد شاہتاز
طلاق — اسباب و تدارک — مارچ ۹۸ء — ص ۶۳

دعوت و تحریک

شہاب الدین ندوی
خیرِ امت کا وصف اور فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر — مارچ ۹۸ء — ص ۷۳

عمران نذر حسین
تنظیم اسلامی ہی کیوں؟ (۱) — فروری ۹۸ء — ص ۳۳
تنظیم اسلامی ہی کیوں؟ (۲) — مارچ ۹۸ء — ص ۳۳

محمد رشید عمر
دینی جماعتوں اور جہادی تحریکوں کا نصب العین : نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام — جنوری ۹۹ء — ص ۴۹
شہادتِ حق کے عملی تقاضے — ستمبر ۹۹ء — ص ۳۳

محمد سمیع
تنظیم اسلامی کی دعوت اور اس کا طریق کار — دسمبر ۹۹ء — ص ۴۶

مختار حسین فاروقی
تنظیم اسلامی کی دعوت — جنوری ۹۸ء — ص ۳۹

توضیحات و تنقیحات

اسرار احمد، ڈاکٹر
"اسلام، جمہوریت اور پاکستان" — جون ۹۹ء — ص ۵
جنرل پرویز مشرف کے نام پیغام — نومبر ۹۹ء — ص ۵

امین احسن اصلاحی، مولانا
"میثاق" — فروری ۹۸ء — ص ۲۳

عاکف سعید، حافظ
مولانا امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر اسرار احمد — نومبر ۹۸ء — ص ۴

محبوب احمد، حافظ
حب النبی ﷺ اکتوبر ۹۹ء ص ۷۳

اُمّتِ مسلمہ کی عمر

امین محمد جمال الدین / مترجم : خورشید عالم
امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان
قسط ۸ : قیامت کی بڑی نشانیاں (باب ۵) جنوری ۹۸ء ص ۵۵
قسط ۹ : راستے کی جھلکیاں (باب ٦) فروری ۹۸ء ص ۵۲

فکرِ عجم

ابو معاذ، ڈاکٹر
قسط ۷ : آنحضور ﷺ اور سلطنت فارس جنوری ۹۸ء ص ٦۱
قسط ۸ : اسلام کے بعد کا دور مارچ ۹۸ء ص ۴۷
قسط ۹ : صفوی دور اور ایران میں شیعیت کا فروغ مئی ۹۸ء ص ۳۹
قسط ۱۰ : عہد قاچاریہ : فکری اور سیاسی تبدیلیوں کا دور جولائی ۹۸ء ص ۴۷
قسط ۱۱ : ایران میں پارلیمانی انقلاب (i) ستمبر ۹۸ء ص ۵۸
قسط ۱۲ : ایران میں پارلیمانی انقلاب (ii) اکتوبر ۹۸ء ص ۳۳
قسط ۱۳ : آیت اللہ خمینی کی جدوجہد دسمبر ۹۸ء ص ۳۳
قسط ۱۴ : ڈاکٹر علی شریعتی اور آیت اللہ طالقانی جنوری ۹۹ء ص ۷۰
قسط ۱۵ : علامہ اقبال اور ایران کا اسلامی انقلاب فروری ۹۹ء ص ۵۹
قسط ۱٦ : علامہ اقبال اور شعر فارسی۔ ایران کے حال و مستقبل کے آئینے میں مئی ۹۹ء ص ۳۹
قسط ۱۷ : علامہ اقبال اور شعر فارسی۔ ایران کے حال و مستقبل کے آئینے میں جون ۹۹ء ص ٦۱
قسط ۱۸ : ایران میں افکار اقبال کا اثر جولائی ۹۹ء ص ۵۱
قسط ۱۹ : ایران میں افکار اقبال کا اثر اگست ۹۹ء ص ٦۵
قسط ۲۰ : ایران میں افکار اقبال کا اثر ستمبر ۹۹ء ص ۵۱
قسط ۲۱ : ایران میں افکار اقبال کا اثر اکتوبر ۹۹ء ص ۵۸
قسط ۲۲ : ایران میں افکار اقبال کا اثر نومبر ۹۹ء ص ۷۱
قسط ۲۳ : ایران میں افکار اقبال کا اثر دسمبر ۹۹ء ص ۵۱

گوشۂ خواتین

شاہدہ شوکت ظفر

بچوں کی تربیت اور اصلاح احوال — مگر کیسے؟ ستمبر۹۹ء ص۷۷

صغریٰ خاکوانی

آنے والی صدی اسلام کی ہے نومبر۹۸ء ص۵۷

اسلام میں عورت کا مقام مئی۹۹ء ص۶۱

کرم شاہ الازہری

عظمت کے نشان اپریل۹۸ء ص۴۳

مختار حسین فاروقی

ماں کی عظمت جون۹۸ء ص۷۱

نفیسہ رحمٰن

اسلام اور فیشن جولائی۹۹ء ص۷۴

افکار و آراء / خطوط و نکات

اسرار احمد، ڈاکٹر

میاں محمد شریف کے نام خط اگست۹۸ء ص۱۹

بنت الیقین

حجاج کرام کی خدمت میں چند گزارشات اگست۹۹ء ص۷۷

ذکاء اللہ الندوی

تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ (مکتوب) دسمبر۹۸ء ص۶۹

عاکف سعید، حافظ

ایک مجبور اور مقہور قوم کا جشن آزادی ستمبر۹۹ء ص۴۲

عبد الدائم دائم

"آپ نے بنفسِ نفیس قلم اٹھایا اور....." دسمبر۹۹ء ص۴۰

محمد یٰسین بھٹی

پاکستان بمقابلہ بھارت : فکر انگیز خطاب (مکتوب) ستمبر۹۹ء ص۷۶

مظہر علی ادیب
خاندان کی سربراہی اور اسلام (مراسلہ) اپریل ۹۸ء ص ۷۹
آزادی نسواں یا غلامی نسواں (مراسلہ) ستمبر ۹۹ء ص ۷۴

معصوم مراد آبادی
ملت کے غمگسار مولانا افتخار فریدی مرحوم (مکتوب) دسمبر ۹۸ء ص ۶۵

میر نواز خان مروت
قانون تحفظ ناموس رسالت : (ریکارڈ کی درستی کے لئے ایک وضاحت) دسمبر ۹۸ء ص ۴۳

نظر برنی
شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت (مکتوب) ستمبر ۹۹ء ص ۷۶

کیا عربی گرامر اور تعلیمات قرآنی کا سیکھنا ہی کافی ہے؟ فروری ۹۸ء ص ۷۸

روداد و رفتارِ کار

عبدالخالق، ڈاکٹر
منہاج محمدیؐ کانفرنسیں (ایک اجمالی رپورٹ) اپریل ۹۹ء ص ۷۳

عبدالرزاق
تنظیم اسلامی کی کارکردگی اور دعوتی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ نومبر ۹۸ء ص ۶۷
سالانہ اجمالی جائزہ شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان دسمبر ۹۸ء ص ۷۵
رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین دسمبر ۹۸ء ص ۷۷

عطاء الرحمٰن
امیر تنظیم اسلامی کی جانب سے جانشین کے فیصلے کا پس منظر فروری ۹۹ء ص ۷۱

فرقان دانش
قرآن اکیڈمی لاہور میں خلاصۂ مباحث قرآن کے پروگرام کی روداد فروری ۹۹ء ص ۷۵

مختار حسین فاروقی
تنظیم اسلامی کا ۲۳واں سالانہ اجتماع منعقدہ کراچی دسمبر ۹۸ء ص ۷۱

نعیم اختر عدنان

امارت اسلامی افغانستان کا مطالعاتی و مشاہداتی سفر — مئی ۹۸ء — ص ۶۳

ملکی و ملّی اور سیاسی امور

اسرار احمد، ڈاکٹر

میاں محمد نواز شریف کے لئے مہلت یا آزمائش؟

(۱۲ دسمبر ۹۷ء کا خطاب جمعہ) — جنوری ۹۸ء — ص ۵

ایٹمی دھماکے پر تبصرہ اور دینی دھماکے کی ضرورت

(۲۹ مئی کے خطاب جمعہ کے اہم نکات) — جولائی ۹۸ء — ص ۵

قانون تحفظ ناموس رسالت — تاریخی پس منظر اور مخالفت کے اسباب

(۱۰ جولائی ۹۸ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص) — اگست ۹۸ء — ص ۷

۱۱ ستمبر: سی ٹی بی ٹی میں شمولیت ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری کے مترادف ہے

۱۸ ستمبر: معاشی بحران کا واحد حل بیرونی قرضوں کی واپسی سے انکار ہے — اکتوبر ۹۸ء — ص ۷۷

تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کی منظور کردہ قراردادیں — دسمبر ۹۸ء — ص ۵

تنزل و انحطاط کے ۵۲ برس — اور انجام بد سے نجات کا راستہ

(خطاب جمعۃ الوداع) — فروری ۹۹ء — ص ۹

سلطنت خداداد پاکستان خودکشی کی راہ پر؟ (خطاب جمعہ کی تلخیص) — مارچ ۹۹ء — ص ۵

۲۶ فروری: چین کی طرف سے دفاعی معاہدے کی پیشکش

واجپائی کی آمد پر جماعت اسلامی کا احتجاج، قوم کی طرف سے فرض کفایہ

۱۲ فروری: نواز شریف امریکہ کے ساتھ سودے بازی کر چکے ہیں

۵ فروری: کشمیریوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور بھارت کے ساتھ دوستی منافقانہ طرز عمل ہے — مارچ ۹۹ء — ص ۷۷

۱۶/اپریل: غوری ۲ اور شاہین میزائلوں کے تجربات قومی حمیت کا ناگزیر تقاضا تھے، سود سے پاک معاشی نظام کی جانب فی الفور پیش رفت کی جائے۔

۲۳/اپریل: سابقہ حکمرانوں کا احتساب خوش آئند ہے، مگر یہ معاملہ یک طرفہ نہیں ہونا چاہئے۔

وزیراعظم کا دورۂ روس پائیدار امن کے قیام کیلئے اہمیت کا حامل ہے — مئی ۹۹ء — ص ۷۷

بھارتی جارحیت کے مقابلہ کیلئے نصرتِ الٰہی کے حصول کی اولین شرط — جولائی ۹۹ء — ص ۸

"پاکستان بمقابلہ بھارت" اونچ نیچ کے ادوار، حالیہ ذلت و مسکنت اور قعرِ ذلت سے نکلنے کا واحد راستہ (۹ اور ۱۶ جولائی کے دو خطبات جمعہ) — اگست ۹۹ء — ص ۵

موجودہ سیاسی بحران' اس کا ممکنہ آئینی حل اور موجودہ حالات میں اسلامی انقلاب کے
امکانات کا جائزہ (۱۰ اور ۱۷ ستمبر کے خطاباتِ جمعہ کی تلخیص) اکتوبر ۹۹ء ص ۵
ملکی و ملی مسائل پر امیر تنظیم اسلامی کا اظہار خیال نومبر ۹۹ء ص ۸
ہمارا اصل مرض : زوالِ اخلاق دسمبر ۹۹ء ص ۷

عاکف سعید' حافظ
سودی معیشت سے چھٹکارا' وقت کی اہم ترین ضرورت جون ۹۹ء ص ۷۸

متفرقات

اسرار احمد' ڈاکٹر
قرآن حکیم کی قوت تسخیر' اظہار تشکر اور تحدیث نعمت۔ نومبر ۹۸ء ص ۱۷
تعارف کتب :
(۱) سایۂ مصطفیٰ ﷺ' تالیف : قاضی عبدالدائم دائم
(۲) جی پی فنڈ پر زکوٰۃ' سود اور رج کی توضیح کے ضمن میں "التحقیق الصحیح"
تالیف : قاضی محمد صدر الدین صاحب جولائی ۹۹ء ص ۶۱

طارق مجید' کموڈور
کتاب نامہ (شکنجہ یہود) دسمبر ۹۹ء ص ۴۱

عاکف سعید' حافظ
مولانا محمد طاسین کا سانحۂ ارتحال فروری ۹۹ء ص ۷

مظفر حسین' چوہدری
امریکی معاشرے کی سیاسی اور اخلاقی حالت زار کے حوالے سے اکتوبر ۹۸ء ص ۴۵

یونس جنجوعہ' پروفیسر
آسودہ زندگی کا راز اکتوبر ۹۹ء ص ۳۲

عرض احوال

میثاق کے ادارتی صفحات پر بالعموم حافظ عاکف سعید صاحب کی تحریر "عرض احوال" کے عنوان سے شائع ہوتی رہی ہے۔ مئی ۱۹۹۸ء اور جنوری ۱۹۹۹ء کے شمارے میں حافظ خالد محمود خضر کی ادارتی تحریریں شائع ہوئیں۔

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

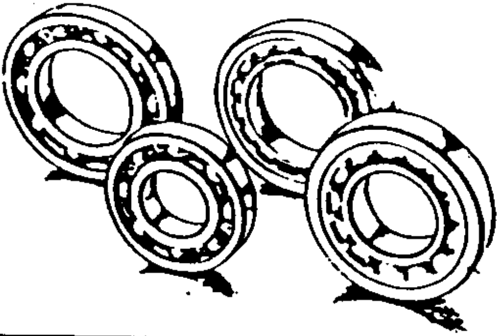

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 ***Phones :*** 7732952 - 7730595 ***Fax :*** 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY,*** 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

ONTHLY
Meesaq
AHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 48 No. 12
Dec. 1999

صُوفی سن فلاور کوکنگ آئل
سُورج مُکھی کے اعلیٰ بیجوں سے تیار کردہ

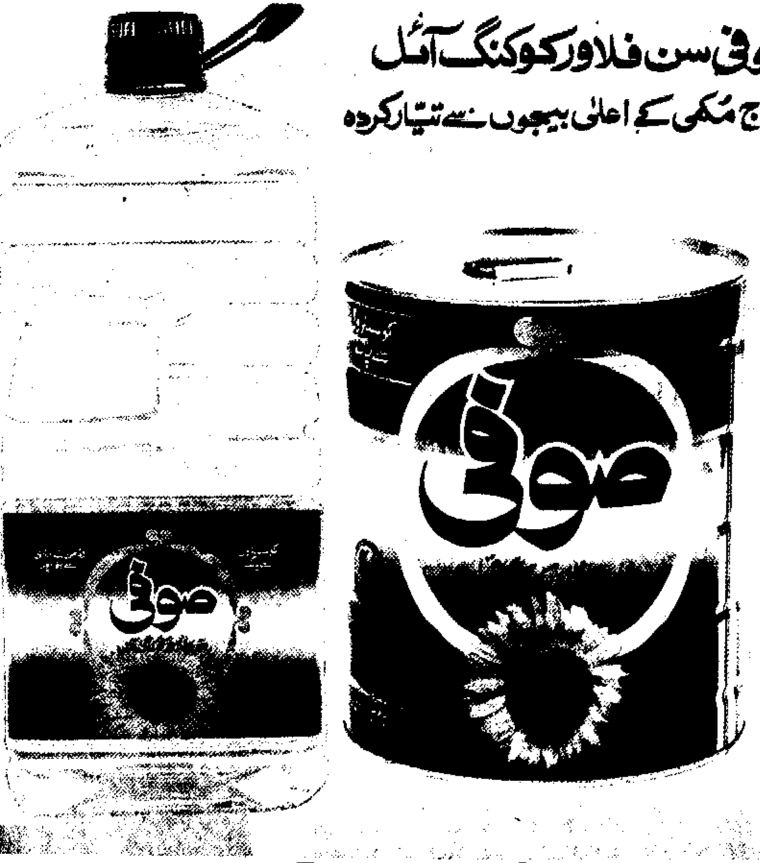

SUFI

صُوفی سوپ اینڈ کیمیکل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
حمزہ ویجیٹیبل آئل ریفائنری اینڈ گھی ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

Head Office: 39-Fleming Road, Lahore,Pakistan.
Tel: 7225447-7221068-7244951-3
· Fax: 92-42-7239909 & 92-42-7311583